نظامِ اسلام

ان دنوں سیاسی اکھاڑے میں جو شور و غوغا برپا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ ہر شخص اپنے مفادات کو سامنے رکھے ہوئے ایک لائحہ عمل مرتب کرتا ہے۔ اور پھر اس پر عوامی ہمدردیوں کا ملمع چڑھانے اور مقبول کرنے کے لیے اس خود ساختہ اور بے فائدہ وعبث نظام کو عوامی فلاح و بہبود اور داخلی و خارجی مسائل کا واحد ضامن باور کرایا جاتا ہے۔ اور اس اصل الاصول کو کہ جو حقیقتاً کامرانی و کامیابی کا منبع ہے اور جس کے نام پر اس مملکت کا وجود عمل میں لایا گیا تھا، یکسر نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اگر یہ لوگ فی الحقیقت ملک و قوم کے خیر خواہ اور دین و مذہب پر عمل پیرا ہیں تو انھیں اپنی تمام تر کوششوں اور کاوشوں کو نفاذِ نظامِ اسلام کے لیے صرف کرنا ہوگا کہ اسی نظام نے جہلائے عرب کو ایک مہذب، معتدل اور متوازن قوم بنایا تھا۔ یہی وہ نظام ہے جس نے ان کے تمام داخلی و خارجی مسائل کو حل کر کے ایک مثالی معاشرے کو دنیا کے سامنے پیش کیا۔ آج بھی یہ نظام اتنا ہی باصلاحیت ہے جتنا کہ سیکڑوں سال قبل تھا اور قیامت تک یہ ایسا ہی رہے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انفرادی طور پر ہم سچے مسلمان بنیں، اسلامی اقدار کی پاسداری کا مکمل لحاظ رکھیں اور پھر اجتماعی طور پر نظامِ اسلام کو ممکن العمل بنائیں کہ اس کے بغیر یہاں تبدیلی آنے کی نہیں۔

۱۲۔ ذکر الٰہی کے بغیر بہت زیادہ باتیں کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا تـكثروا الكلام بغير ذكر الله ، فإن كثرة الكلام بغير ذكر الله قسوة للقلب ، وإن أبعد الناس من الله القلب القاسي .)) (سنن ترمذي، رقم الحديث: ٢٤١١)

''اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر بہت زیادہ باتیں نہ کیا کرو (کیونکہ) بے شک اللہ تعالیٰ کے ذکر کے بغیر بہت زیادہ باتیں کرنے سے دل سخت ہوجاتا ہے اور (روز قیامت) سخت دل شخص اللہ تعالیٰ سے بعید ترین (مقام پر) ہوگا۔''

۱۳۔ رشتہ داری کو توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا يدخل الجنة قاطع رحم .))

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٥٩٨٤، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٥٥٦)

''رشتہ داری کو توڑنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔''

۱۴۔ ولی کی اجازت کے بغیر شادی کرنا:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أيما امرأة نكحت بغير إذن وليها فنكاحها باطل .))

(سنن ترمذي، رقم الحديث: ١١٠٢، أبوداود، رقم الحديث: ٢٠٨٣)

''کوئی بھی عورت ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے۔''

۱۵۔ وٹہ سٹہ پر نکاح کرنا:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نهى ﷺ عن الشغار: أن يزوج الرجل ابنته على أن يزوجه الآخر ابنته ليس بينهما صداق)) (صحيح بخاري، رقم الحديث: ٥١١٢، صحيح مسلم، رقم الحديث: ١٤١٥)

''نبی علیہ السلام نے نکاح شغار (وٹہ سٹہ) سے منع فرمایا۔ (شغار یہ ہے کہ) کوئی شخص اپنی لڑکی کا نکاح اس شرط کے ساتھ کرے کہ دوسرا شخص اپنی بیٹی کا اس سے نکاح کرے گا اور ان کے درمیان کچھ حق مہر نہ ہو۔''

(عبدالرحیم بلتستانی)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوة السلفية

یکم ربیع الثانی 1433ھ جمعة المبارک 24 فروری تا 01 مارچ 2012ء

شمارہ 08 جلد 64

خط کتابت کے لیے	:	ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور
کرنٹ اکاؤنٹ نمبر	:	ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور
فون نمبر	:	042-3735 4406
فیکس نمبر	:	042-37229802
رجسٹرڈ نمبر	:	CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال
		-/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

سینے کے داغ

حافظ احمد شاکر

ہوسِ ملک گیری کے اسیر ممالک کو ہم طاغوت سمجھتے، کہتے اور لکھتے ہیں، ان کا طریقہ واردات یہ ہوتا ہے کہ جو پسماندہ ملک اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا چاہے یا اُن کی نظروں کو کھٹکنے لگتا ہے تو وہ وہاں ایک اشرافیہ......یعنی عوام سے بالا......طبقہ تشکیل دیتے ہیں جن میں اول درجہ میں حکمران، جاگیردار اور پھر سیاست دان، بیوروکریٹس، نام نہاد علماء اور انسانی کمزوریوں سے مغلوب بعض دانشور شامل ہوتے ہیں جن کے وسائل آمدن وہ بڑھاتے، ان کے تعلقات پھیلاتے، ان کو اقتدار کی راہداریوں میں گھماتے، چکا چوند روشن مستقبل دکھاتے اور آسائشوں سے اس قدر بہلاتے بلکہ عادی بنادیتے ہیں جس سے وہ خود کو عوام سے بالا جاننے لگتے ہیں اور ان کی یہی ''خوبیاں'' ان کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہیں۔ جس سے طاغوت کو بنیادی فائدہ یہ ہوتا ہے کہ بہت تھوڑی قیمت پر اُن کو خریدنا طاغوت کے لیے آسان ہوجاتا ہے۔ اُن کی اکثریت تن آسانیوں اور خواہشاتِ نفس کے بھنور میں اس بری طرح پھنس جاتی ہے کہ طاغوت انہیں جس طرح، جس قدر اور جہاں چاہے استعمال کر لیتا ہے۔ کسی کی نشاندہی یا کسی کا نام لینے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ ہر طبقے اور شعبے میں ان کو اصحابِ بصیرت پرکھ کر ان کی جبلت جانچ لیتے ہیں۔ اور یہی وہ حالات ہوتے ہیں کہ اشرافیہ سمجھنے لگتا ہے کہ ہماطاغوت ہی کے دست قدرت میں ہوتا ہے۔ زر خریدوں میں سے جو اس کے مطلوبات پورے کرتا اور اس کے معیار پر اترتا ہے وہی ان سے فیض اٹھاتا اور اس کا نصیبہ جاگ اٹھتا ہے۔ آباء واجداد کی قبریں روند کر اور کوچہ رقیب میں سر کے بل جاکر شمالی صوبے کا خیبر پختونخوا نام منظور کرانے والوں کے بارے میں ہم کیا رائے قائم کرسکتے ہیں کہ انہوں نے دشمن کی دیرینہ خواہش کی تکمیل کس نیازمندی سے کردی ہے، تاریخ ان کے بارے میں جو رائے قائم کرچکی وہی معتبر ہوگی جو تاریخ میں ثبت ہوچکی ہے۔ بلوچستان کے بارے میں ہمارے حکمران زبانی جمع خرچ تو کرتے رہتے ہیں ہیں لیکن حکم ران طاغوت کی دسیسہ کاریوں کو نظرانداز کرنے کی جس غفلت، بےحسی، بلکہ بلوچستان سے زیادتی کے مرتکب ہورہے ہیں، اس سے پاکستان کے لئے دردِ دل رکھنے والے غایت درجہ متفکر ہورہے ہیں۔

کہا یہ جاتا ہے کہ بلوچستان معدنیات کی دولت سے اس قدر مالا مال ہے کہ عام پاکستانی کو اس کا اندازہ ہی نہیں۔ وہاں کے پہاڑوں میں معدنیات کے ذخائر بایں صورت ہیں جس طرح بند بوتل کو الٹادیں تو صرف ڈھکنا کھلنے کی دیر ہوتی ہے۔ اس کے لیے ہم ماضی قریب وبعید میں اگر جھانکیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ بلوچستان کے مسائل گھمبیر ہونے میں سب سے بڑی رکاوٹ وہاں کا قبائلی نظام ہے قبائلی اپنے اشرافیہ' جنہیں سردار کہا جاتا ہے' کے رحم وکرم پر ہوتے ہیں کیوں کہ اللہ کی آزاد مخلوق 'اپنے عوام' کے گلے سے وہ جاگیرداری، کہہ لیں، طوق غلامی اترنے نہیں دیتے۔ یہ طوق یا تعلیم اتار سکتی ہے جس کو عملاً کوئی وڈیرا برداشت نہیں کرتا اور اس نفسانی بلکہ شیطانی خواہش کے لیے ہر وڈیرا ایمان شکنی، وطن دشمنی اور نفس پرستی کی کسی حد تک بھی جاسکتا ہے، یا پھر معاش یعنی، مزدوری اور تجارت کے ذریعہ، روزگار میسر ہونے سے یہ طوق اتر سکتا ہے۔

اگرچہ نصف صدی قبل کی نسبت بلوچستان میں قدرے تعلیم بہتر محسوس ہوتی ہے لیکن یہ اعلیٰ تعلیم ہے یعنی کالجز اور یونیورسٹیز کی سطح کی۔ اصل تعلیم چھوٹی چھوٹی آبادیوں، چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں دینی (تعلیم قرآنِ کریم اور نماز وغیرہ کی) تعلیم، کے ساتھ ساتھ پرائمری اور میٹرک کی تعلیم ...... جہاں انسان کے ذہن میں اعلیٰ تعلیم کا شوق بڑھتا اور جذبہ زقند لگاتا ہے...... کی ضرورت ہے۔ ان چھوٹی تعلیم گاہوں کو چونکہ مقامی وعلاقائی سرپرستی کی ضرورت ہوتی ہے جو بہرصورت کسی نہ کسی وڈیرے ہی کی رہین منت ہوتی ہے اور وڈیروں کی قبائلی سیاست اور منفی پالیسیاں ہمیشہ اس کے آڑے آتی ہیں۔ علم پھیلانے کی دعویدار دنیا بھر کی این۔ جی۔ اوز کو نہ جانے پاکستان کے دور دراز اور کونوں کھدروں کی آبادیاں تعلیم کے لیے کیوں نظر نہیں آتیں۔

اسی طرح میاں نواز شریف کے دور حکومت میں انڈس وے...... پشاور تا کراچی براستہ بلوچستان...... کی تعمیر کا اخبارات میں ذکر آتا رہا جس کا گزر بلوچستان سے ہونا تھا اس منصوبے میں ہمارے خیال کے مطابق میاں صاحب کی نیت سراپا خیر تھی اس منصوبے سے ان کے دل میں بلوچ بھائیوں کے روزگار کی خواہش تھی جس کے لیے اس کے گرد ملوں، فیکٹریوں اور کارخانوں کی تعمیر کا ذکر بھی آتا رہا۔ وہ منصوبہ نہ جانے وڈیروں کی سرداریوں میں دراڑ کے ڈر سے پس پشت ڈال دیا گیا یا عالمی طاغوت کا اژدھا اس کو نگل گیا۔ مرحوم جنرل ضیاء الحق نے اقتدار سنبھالتے ہی بلوچ قبائلیوں کو پہاڑوں سے نیچے اتار کر ان کی دلدہی و دلداری کا ایک اہم قدم اٹھایا تھا اس کے بعد ہمارے خیال میں میاں نواز شریف کا منصوبہ بلوچ بھائیوں کے لیے نہایت مفید تھا۔ لیکن افسوس کہ وہ پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

عالمی طاقتوں کے علاوہ حکومت بلوچستان میں قدرت کے عطا کردہ معدنی ذخائر یعنی تانبے اور سونے کے ذخائر سے بھی یقیناً باخبر ہو گی لیکن نامشرف دور حکومت میں جب راز ہائے دروں کا اظہار ہونے لگا اور اخبارات میں اس کی تفصیلات آنے لگیں تو پھر اچانک وہ ذکر ہی غائب ہو گیا وہ تو اللہ بھلا کرے عدالت عظمی کا کہ اس نے عرصہ خاموشی میں ان ذخائر کے منظور کردہ ٹھیکوں کا جب از خود نوٹس لیا اور ان ٹھیکیدار کمپنیوں کے گرد قانون کا شکنجہ کسا تو پھر حیران کن انکشافات ہونے لگے تو قوم نے جانا کہ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ اخبارات سے اب یہ علم ہوا کہ ٹھیکیدار کمپنیاں سرزمین پاکستان کا مقدمہ عالمی عدالت لے جا کر پاکستانی عدلیہ کی صریحاً توہین کی مرتکب ہو رہی ہیں۔ بدعنوان طبقات ملی بھگت سے اس طرح کی خبریں میڈیا سے دور رکھنے کی کوشش میں ہمیشہ لگے رہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس میں کچھ پردہ نشینوں کے نام بھی آتے ہی ہوں گے تبھی تو اس طرح کی پردہ داری کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

اسی طرح بلوچستان میں موجود کوئلہ کے ذخائر سے توانائی کا بحران دُور کرنے کی پاکستانی سائنسدانوں کی پیشکش کا ذکر بھی کچھ عرصہ تو اخبارات میں مسلسل آتا رہا، اب پھر یہ ذکر کم کم ہوتا تقریباً ختم ہی ہو چکا ہے لیکن حکومت کی جانب سے کوئی مثبت خبر کم از کم ہمارے علم میں نہیں۔

یہ افسردہ کر دینے والی تفصیلات نوکِ قلم پر اس لئے رواں ہو گئیں کہ چند ہی دن پہلے امریکی کانگریس نے اپنے اجلاس میں بلوچستان کو زیر بحث لا کر بلوچستان کے نام نہاد آزادی کے بے لگام سرغنوں کی حمایت سے پاکستان میں صریحاً مداخلت کر کے اس نے اپنے مستقبل کے ارادوں کا اظہار برسوں کا خوابیدہ خبث باطن نمایاں اور اس نے دوست نما دشمن ہونا ثابت کر دیا ہے۔

- ایک زمانہ ہوا وطن عزیز میں اس بات کی بہت گردش رہی کہ حکومت پاکستان نے کسی بیرونی حکومت سے ایک معینہ مدت تک بلوچستان سے تیل نہ نکالنے کا معاہدہ کیا تھا غالباً ایک عرصہ ہوا جس کی مدت بھی شاید گزر چکی ہے لیکن ابھی تک اس کے بعد بھی اب تک کسی چیز کا ظہور نہیں ہو سکا۔
- موجودہ حکومت نے اپنے اقتدار کے استحکام کے لیے کچھ عرصہ قبل آغازِ حقوق بلوچستان کا اعلان کیا تھا لیکن افسوس کہ قوم نہ بلوچ بھائیوں کے حقوق کا آغاز جان سکی اور نہ ہی اختتام کا۔ اب حکومت اے۔ پی۔ سی بلا کر تلافی مافات کی کوشش کرنے لگی ہے اللہ کرے کہ اس کے نتائج مثبت برآمد ہوں۔
- دوسری طرف دفاع پاکستان کونسل نے بلوچ بھائیوں سے اظہار یکجہتی کے لیے اسی ہفتے بلوچستان جانے کا اعلان کیا ہے جسے تمام پاکستانیوں کی طرف سے فرض کفایہ کہا جا سکتا ہے اس سے قبل میاں محمد نواز شریف نے بھی جا کر اپنے بلوچ بھائیوں سے اظہار یکجہتی کر کے خیر سگالی کا پیغام دیا تھا میاں شہباز شریف کا جذبہ ہمدردی ان سے بھی سوا ہے اسی طرح جناب سید منور حسن اور دیگر سیاسی جماعتوں کے رہنما بھی بلوچستان سے ہمدردی کا اظہار کر چکے ہیں بلوچستان کے بارے میں عدلیہ کے فیصلے بھی ریکارڈ پر ہیں ہمارے خیال میں حکومت اگر اکبر بگٹی کے قتل کو انصاف مہیا کرے بلوچستان میں ٹارگٹ کلنگ کو قابو کرے بلوچی نوجوانوں کے لیے روزگار مہیا کرے اور بلوچستان میں غیر ملکی مداخلت روکنے کے لیے اپنے وسائل بروئے کار لائے تو پھر کسی کی کیا مجال ہے کہ وہ بلوچستان کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھے لیکن کیا کہا جائے کہ۔

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے　　اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

درس قرآن — قسط نمبر ۱۱

تفسیر سورۂ یٰس

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾

[یٰس: ۷]

''بے شک ان کے اکثر پر بات ثابت ہوچکی، سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔''

پہلی آیت میں بیان ہوا ہے کہ قرآنِ حکیم کا نازل کیا جانا اور آپ ﷺ کو رسول بنایا جانا اس لیے ہے کہ آپ ﷺ انھیں اللہ کی نافرمانی اوراس کے نتیجے میں اللہ کے عذاب سے ڈرائیں۔ اب اس آیت میں ایک طرف تو آپ ﷺ کی تسلی وتشفی کا پہلو ہے اور دوسری طرف ایک حقیقت واقعی کا اعلان ہے۔

تسلی یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ذمہ داری ''إنذار'' یعنی ڈرانا ہے، وہ آپ ﷺ پوری طرح نبھا رہے ہیں۔ آپ ﷺ کی ذمہ داری ہدایت دینا نہیں بلکہ راہِ ہدایت کی دعوت دینا ہے اور یہ فریضہ آپ ﷺ سرانجام دے رہے ہیں۔ اس سے آپ ﷺ پریشان نہ ہوں کہ یہ دعوت کو قبول کیوں نہیں کرتے۔ دراصل ان کے مقدر میں ہدایت نہیں ہے۔ آپ ﷺ اپنا فریضہ ادا کرتے رہیں اور یہ توقع نہ رکھیں کہ یہ ہدایت قبول کرلیں گے۔

دوسری بات جو فرمائی وہ یہ کہ درحقیقت ان پر ''بات ثابت ہوچکی'' ہے۔ انھیں راہِ راست پر لانے کے لیے اللہ نے اپنی کتاب نازل کی، محمد ﷺ کو اپنا رسول بنا کر بھیجا جنھوں نے پورے دلائل سے حق واضح کردیا، عقلی ونقلی اور آفاقی وانفسی دلائل سے توحید اور ایمان بالآخرت کی دعوت دی۔ مگر ان کی ضد اور ان کے عناد سے ان کے تمرد میں اضافہ ہی ہوا، نبی کی دعوت پر کان نہ دھرے بلکہ اس کے سننے میں ہر قسم کی رکاوٹیں پیدا کرتے رہے، اور نہ ہی غور وفکر سے کام لیا اور نہ اللہ کی توحید کے آفاقی وانفسی دلائل کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے ہدایت کی بجائے گمراہی کی راہ کو اختیار کیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ، جو علام الغیوب ہے، ان کے اس طرزِ عمل سے ان کی پیدائش سے بھی پہلے سے واقف ہے۔ اس کے علم میں ہے کہ کون ایمان لائے گا اور کون نہیں لائے گا، اس لیے بعض کے بارے ''قولِ حق'' صادر فرما دیا کہ یہ ایمان نہیں لائیں گے اور شیطان کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنیں گے، چنانچہ ابلیس نے جب کہا تھا کہ میں پوری ذریت آدم کو گمراہ کروں گا اور ان کی اکثریت شکر گزار نہیں ہوگی تو اس کے جواب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:

﴿قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ ۝ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝﴾ [ص: ۸۴، ۸۵]

''فرمایا: پھر حق یہ ہے، اور میں حق ہی کہتا ہوں، کہ میں ضرور بالضرور جہنم کو تجھ سے اور ان سب لوگوں سے بھردوں گا جو تیری پیروی کریں گے۔''

اسی ''قولِ حق'' کا بیان ایک اور مقام پر یوں ہے:

﴿وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝﴾

[السجدة: ۱۳]

''اور اگر ہم چاہتے تو ہر نفس کو اس کی ہدایت دے دیتے اور لیکن میری طرف سے بات پکی ہوچکی کہ یقیناً میں جہنم کو جنوں اور انسانوں، سب سے ضرور بھروں گا۔''

اس ''قولِ حق'' کو بعض مقامات پر ''کلمة'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے، چنانچہ ایک مقام پر فرمایا:

﴿وَ لَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّ لَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ o اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ وَ لِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ وَ تَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ o﴾ [هود: ١١٨، ١١٩]

''اور اگر تیرا ربّ چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا، اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے مگر جس پر تیرا ربّ رحم کرے، اور اس نے انھیں اسی لیے پیدا کیا، اور تیرے ربّ کی بات پوری ہوگئی کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سب سے ضرور ہی بھروں گا۔''

﴿على اكثرهم﴾ ان کے اکثر پر قولِ حق ثابت ہو چکا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اکثر لوگ جہنم میں جائیں گے۔ اللهم لا تجعلنا منهم.

اسی حقیقت کا بیان ایک جگہ یوں ہے:

﴿اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ [هود: ١٧]

''یقیناً یہی تیرے ربّ کی طرف سے حق ہے اور لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے۔''

یہی بات سورۃ الرعد (آیت:۱) اور سورۂ غافر (آیت:۵۹) میں بھی بیان ہوئی ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿وَ مَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ﴾ [يوسف: ١٠٣]

''اور اکثر لوگ، خواہ تُو حرص کرے، ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔''

دنیا کی اکثریت چونکہ گمراہی میں مبتلا ہے اور وحی الٰہی کی پیروی کی بجائے اپنے عقل و فہم پر یا آباء واجداد کے بندھن میں بندھی ہوئی ہے، اس لیے آپ ﷺ سے فرمایا گیا ہے:

﴿وَ اِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ﴾ [الأنعام: ١١٦]

''اور اگر تُو ان لوگوں کے اکثر کا کہا مانے جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے اللہ کے راستے سے بھٹکا دیں گے، وہ تو گمان کے سوا کسی چیز کی پیروی نہیں کرتے اور وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اٹکل لگاتے ہیں۔''

وحی الٰہی کے علاوہ جو بھی عقلی گھوڑے ہیں یا فکر و فلسفے کی بوقلمونیاں ہیں وہ سب ظن و گمان اور اٹکل پچو ہیں۔ انسانوں کی اکثریت اسی پر سر دھنتی ہے تو گمراہی میں مبتلا ہے۔ بسا اوقات اکثریت کو دیکھ کر انسان متاثر ہو جاتا ہے اسی سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے خبردار فرمایا ہے کہ محض اکثریت کوئی دلیل نہیں، دلیل وحی الٰہی ہے، اسی کی پیروی کیجیے۔

قرآنِ حکیم میں جو اکثر انسانوں کا انجام جہنم بتلایا ہے اس کی کچھ تفصیل احادیث مبارکہ میں پائی جاتی ہے، چنانچہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ آدم علیہ السلام سے فرمائیں گے کہ اپنی ذریت میں سے ایک جتھا دوزخ کا نکالو۔ وہ عرض کریں گے: اے پروردگار! دوزخ کا جتھا کتنا نکالوں؟ حکم ہوگا ہر ہزار آدمیوں میں سے نو سو ننانوے (گویا ہزار میں ایک جنتی)۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ بات بڑی سخت گزری، ان کے چہرے مارے ڈر کے بدل گئے تو آنحضرت ﷺ نے (ان کی تسلی کے لیے) فرمایا: ''اگر یاجوج ماجوج کی نسل تم سے ملائی جائے تو نو سو ننانوے کے مقابلے میں تم میں سے ایک آدمی پڑے گا، پھر تم (حشر کے دن) دوسرے لوگوں کی نسبت (جو دوزخی ہوں گے) ایسے ہوگے جیسے سفید بیل کے جسم پر ایک سیاہ بال ہوتا ہے یا جیسے سیاہ بیل کے جسم پر ایک سفید بال ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم لوگ سارے جنتیوں کا چوتھائی ہوگے۔'' یہ سن کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں، تم تہائی حصہ ہوگے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پھر تکبیر کہی، پھر فرمایا: ''نہیں آدھا، حصہ ہوگے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پھر تکبیر کہی۔

یہی روایت معمولی اختلاف سے حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی صحیح بخاری وغیرہ میں مروی ہے۔

(صحيح بخاري، أرقام الحديث: ٦٥٢٨ـ ٦٥٣٠)

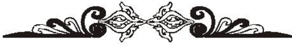
حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی رحمت کی بنیاد پر آدھے اہل جنت میں سے اپنی امت کے افراد کا ذکر فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی امید سے بڑھ کر آپ ﷺ نوازا جس کا اشارہ ﴿ولسوف يعطيك ربك فترضي﴾ [الضحی:۵] ''اور عن قریب آپ کا ربّ آپ کو اتنا نوازے گا کہ آپ خوش ہو جائیں گے۔'' میں ہے۔ اور مسند احمد اور ترمذی میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں اسّی صفیں میری امت کی ہوں گی۔

(فتح الباري: ١١/ ٤٧١)

جس سے ان الفاظ کی تائید ہوتی ہے کہ جنت میں میری امت کا تہائی حصہ ہوگا۔ اللهم أدخلنا الجنة الفردوس.

﴿فهم لا يؤمنون﴾ سو وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ ایمان سے محرومی کا نتیجہ جہنم ہے جس کی وضاحت اوپر ''قولِ حق'' کی تفصیل میں بیان ہوئی ہے۔

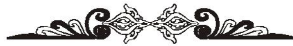
یہاں یہ بات بھی پیش نگاہ رہنی چاہیے کہ کفار مکہ یہ تو مانتے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہمارا خالق ورازق ہے اور موت وحیات اسی کے قبضے میں ہے۔ لیکن قرآنِ مجید میں بیان ہوا ہے کہ وہ ایمان نہیں رکھتے تھے تو اس کے کیا معنی ہوئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں ایمان کی نفی سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کے رسول پر ایمان نہیں لائیں گے۔ اللہ کا رسول جیسے اللہ کی معرفت اور صرف اسی کی عبادت کی دعوت دیتا ہے اسے بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ ان کے لیے یہ بات گوارا ہی نہ تھی کہ عبادت کے لائق صرف اللہ ہے، وہی سب کا معبود ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ قیامت پر ایمان کی دعوت دیتے تھے تو وہ اس پر بھی تعجب کرتے تھے۔ گویا ایمان کی نفی سے مراد رسول اللہ ﷺ کا انکار ہے جو نہ صرف یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت سے انکار ہے بلکہ قیامت کا انکار بھی ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ کو مان لینا ایمان نہیں ہے۔



حضرت حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ کے لیے دعائے صحت کی خصوصی درخواست

گزشتہ ہفتے استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری حفظہ اللہ پر فالج کا شدید حملہ ہوا اور وہ ان دنوں شدید علیل ہیں۔ شیخ زید ہسپتال لاہور میں خصوصی نگہداشت وارڈ میں زیر علاج ہیں۔ ان کے تلامذہ اور احبابِ جماعت حافظ صاحب موصوف حفظہ اللہ کے لیے خصوصی دعائے صحت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

اللهم اشفه شفاء كاملا عاجلا. (ادارہ الاعتصام)



شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی صاحب کو صدمہ

شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ خان المدنی حفظہ اللہ کی ہمشیرہ محترمہ گزشتہ دنوں وفات پا گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون مرحومہ بڑی نیک طینت خاتون تھیں۔ ایک عرصے سے علیل تھیں۔ احباب سے دعائے مغفرت کی خصوصی درخواست ہے۔

اللهم اغفرلها وارحمها. (ادارہ الاعتصام)

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

باب: مجالس الصعدات

اپنے گھروں کے سامنے کھلی جگہ پر بیٹھنا

١١٨٢. عن أبي هريرة، أن النبي ﷺ نهى عن المجالس بالصعدات فقالوا: يا رسول الله! ليشق علينا الجلوس في بيوتنا قال: ((فإن جلستم فأعطوا المجالس حقها)) قالوا: وما حقها يا رسول الله؟ قال: ((إدلال السائل، ورد السلام، وغض الأبصار، والأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر.))

''ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے گھر کے سامنے کھلی جگہ پر مجلس لگانے سے منع کیا۔ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! گھروں میں بیٹھنے سے ہمیں تکلیف ہوتی ہے (کیونکہ گھر چھوٹے ہیں بعض مرتبہ مہمان کے ساتھ بیٹھنا پڑتا ہے۔) آپ ﷺ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے، اگر تم نے بیٹھنا ہی ہے تو اس کا حق ادا کرو۔'' صحابہ نے عرض کیا: اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مسافر کو راستہ بتانا، سلام کا جواب دینا، نظروں کو نیچا رکھنا، نیکی کا حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا۔''

١١٨٣. عن أبي سعيد الخدري، أن النبي ﷺ قال: ((إياكم والجلوس في الطرقات)) قالوا: يا رسول الله! ما لنا بد من مجالسنا نتحدث فيها، فقال رسول الله ﷺ: ((أما إذا أبيتم فأعطوا الطريق حقه)) قالوا: وما حق الطريق يا رسول الله؟ قال: ((غض البصر، وكف الأذى، والأمر بالمعروف، والنهي عن المنكر.))

''ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔'' صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ان جگہوں کے علاوہ ہماری مجلسوں کے لیے کوئی جگہ نہیں جس میں ہم باتیں کرسکیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اصرار کرتے ہو تو اس کا حق ادا کرو۔'' صحابہ نے عرض کیا: اس کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نظر کو نیچا رکھنا، کسی کو تکلیف دینے سے اپنے ہاتھ کو روکنا، نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے منع کرنا۔''

باب: من أدلى رجليه إلى البئر إذا جلس وكشف عن الساقين

کنویں میں اس طرح پاؤں لٹکا کر بیٹھنا کہ پنڈلیاں ننگی ہوجائیں

١١٨٤. عن أبي موسى الأشعري قال: خرج النبي ﷺ يوما إلى حائط من حوائط المدينة لحاجته وخرجت فى إثره، فلما دخل الحائط جلست على بابه وقلت: لأكونن اليوم بواب النبي ﷺ ولم يأمرني، فذهب النبي فقضى حاجته وجلس على قف البئر وكشف عن ساقيه ودلاهما في البئر فجاء أبوبكر رضي الله عنه ليستأذن عليه ليدخل فقلت: كما أنت

حتى أستأذن لك، فوقف، وجئت النبي ﷺ فقلت: يا رسول الله! أبو بكر يستأذن عليك؟ فقال: ((ائذن له، وبشره بالجنة))، فدخل فجاء عن يمين النبي ﷺ، فكشف عن ساقيه ودلاهما في البئر، فجاء عمر فقلت: كما أنت حتى أستأذن لك، فقال النبي ﷺ: ((ائذن له وبشره بالجنة))، فجاء عمر عن يسار النبي ﷺ، فكشف عن ساقيه ودلاهما في البئر، فامتلأ القف فلم يكن فيه مجلس، ثم جاء عثمان فقلت: كما أنت حتى أستأذن لك، فقال النبي ﷺ: ((ائذن له وبشره بالجنة معها بلاء يصيبه))، فدخل فلم يجد معهم مجلسا فتحول حتى جاء مقابلهم، على شفة البئر، فكشف عن ساقيه ثم دلاهما في البئر، فجعلت أتمنى أن يأتي أخ لي وأدعو الله أن يأتي به فلم يأت حتى قاموا. قال ابن المسيب: فأولت ذلک قبورهم: اجتمعت ههنا وانفرد عثمان.

''ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مدینہ کے احاطوں میں سے ایک احاطے کی طرف حاجت کے لیے گئے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے گیا۔ جب آپ ﷺ احاطہ میں داخل ہوگئے تو میں دروازے پر بیٹھ گیا۔ میں نے دل میں خیال کیا آج میں رسول اللہ ﷺ کی دربانی کروں گا، حالانکہ آپ نے مجھے حکم نہیں دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اندر گئے، رفع حاجت کی اور اس کے بعد کنوئیں کی منڈیر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے اور آپ کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں۔ اتنے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور آپ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت طلب کی۔ میں نے کہا: ذرا ٹھہریئے، میں آپ کے لیے اجازت لے لوں، وہ ٹھہر گئے۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آنے دو اور انھیں جنت کی بشارت دے دو۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے اور رسول اللہ ﷺ کی دائیں طرف پنڈلی سے کپڑا کھول کر کنویں میں پاؤں لٹکا کر منڈیر پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد عمر رضی اللہ عنہ آئے۔ میں نے کہا: ٹھہریئے، میں آپ کے لیے اجازت طلب کرلوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ان کو اندر آنے دو اور جنت کی خوشخبری بھی دے دو۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور رسول اللہ ﷺ کی بائیں طرف اسی طرح پنڈلی کھول کر کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ کنویں کی منڈیر کی ساری جگہ بھر گئی اب بیٹھنے کی اور جگہ باقی نہ رہی۔ اس کے بعد عثمان رضی اللہ عنہ آئے انھوں نے اجازت چاہی۔ میں نے ان سے بھی کہا: ٹھہریئے، میں آپ کے لیے اجازت لے لوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ان کو اندر آنے دو اور جنت کی خوشخبری بھی دے دو اور یہ بھی بتا دو کہ ان کو ایک تکلیف پہنچے گی۔'' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تو ان حضرات کے ساتھ بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ پائی تو ان کے سامنے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ گئے اور پنڈلی کھول کر کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئے۔ میں یہ خواہش کرنے لگا کہ میرا بھائی آجائے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے لگا اللہ اسے لے آئے لیکن وہ نہیں آیا یہاں تک وہ لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابن مسیّب بیان کرتے ہیں میں نے اس واقعہ کی یہ تاویل کی کہ ان کی قبریں اکٹھی ایک جگہ ہوں گی اور حضرت عثمان الگ دوسری جگہ پر دفن ہوں گے۔''

فائدہ: مترجم کے خیال میں بھی یہی تاویل آئی تھی قبل اطلاع کے تاویل ابن المسیب پر وحبذ الوفاق ونعم الاتفاق ولله الحمد.

(۷)

جــرعــات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

ماہنامہ رحیق کے اجرا کا مقصد فتنہ انکارِ حدیث کی بیخ کنی بھی تھا اور ثقافت کے نام پر ثقافتی دسیسہ کاریوں کی پردہ کشائی بھی۔ منکرین حدیث نے حدیث پاک میں تشکیک کے لیے مستشرقین سے دلائل درآمد کر کے ان کو پھیلایا اور فرائض تک میں شک کا کھارا ڈال کر عبادات کی شیرینی کو کسیلا کرنے کی مذموم کوششیں یوں شروع کر دیں کہ ۱۳۷۶ھ/۱۹۵۲ء میں بعض تجدد زدہ من چلوں نے نماز عید الفطر اردو میں ادا کی تھی، اور دوسری طرف قیامِ پاکستان کے بعد نفاذ اسلام کے جذبوں سے معمور پاکستانی قوم کو جن شیطانی حربوں سے بہلانے کی کوشش کی گئی ان میں موسیقی زیادہ نمایاں تھی جس کو من چلوں نے روح کی غذا کا عنوان دے کر جواز کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی تھی کہ موسیقی سے بہلنے والوں کا بہکنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ انھی حالات میں مولانا رحمہ اللہ نے ذیل کا اداریہ سپردِ قلم کیا جس کا پہلا حصہ نور ایمان اور حقانیت مسلک محدثین سے منور ہے اور آخر میں فتنہ انکارِ حدیث اور تجدد سے بھرپور ثقافت کی نشان دہی کی گئی ہے۔ (احمد شاکر)

(۸)

دنیا کی ساری قوموں میں مسلمان قوم کو یہ خصوصی امتیاز حاصل ہے کہ جس مذہب اسلام کی یہ حامل ہے

⊙ اس کی بنیادی کتاب قرآنِ حکیم کا لفظ لفظ ڈیڑھ ہزار سال سے اب تک محفوظ ہے۔

⊙ اس کے نبی کریم سیّد الاولین والآخرین محمد ﷺ کی سیرتِ طیبہ پوری کی پوری محفوظ ہے اور اسی کا دوسرا نام حدیث ہے......!

⊙ اس پاک نبی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ سے زیادہ ایسے مخلص، ذہین اور جان نثار صحابہ عنایت فرمائے جنھوں نے نہ صرف یہ کہ اس کتاب اور اس کے لانے والے نبی کی سیرت کو محفوظ کرنے میں اپنی جانیں کھپا دیں بلکہ اسلام کو...... خلافت علی منہاج النبوہ کے ذریعے ...... عبادات، اخلاقیات، معاشیات، سیاست، معاشرت سب امور میں عملاً برپا کر کے دکھا دیا۔ اور تاریخ کی شہادت یہ ہے کہ اس سے بہتر دور انسانیت کی آنکھ نے نہیں دیکھا۔

⊙ اس پاکباز جماعت نے کتابِ الٰہی کی ضروری تشریحات ...... لغت کے اعتبار سے ہوں یا شریعت کی مخصوص اصطلاحات اور پس منظر (شانِ نزول) کے اعتبار سے ...... بھی بیان کر دیں، تا کہ آنے والی نسلیں قرآن فہمی میں غلطیوں سے بچ سکیں۔

⊙ انسان اور اس کے خالق و مالک، انسان اور انسان کے تعلقات سے متعلقہ بنیادی مسائل، اصولِ توارث کے ذریعے، امت مسلمہ میں اتفاقی رنگ میں تکوینی طور پر باقی رکھے گئے۔ یہ مسائل اعتقادی بھی ہیں اور عملی بھی، اخلاقی بھی ہیں اور سیاسی بھی، معاشی بھی ہیں اور معاشرتی بھی......!

اختلاف اگر ہے تو جزئیات اور ذیلی تفریعات میں ہے، جس کا ہونا ہر زمان و مکان میں رہنے والے مذہب کے لیے ناگزیر ہے۔

ہر دور میں ایسی جماعت موجود رہی جس نے ان خصوصیات کے حامل مذہب کو ہر قسم کے نامساعد حالات میں ہر قیمت پر سینے سے لگائے رکھا، تا کہ بعد میں آنے والوں تک وہ اصل صورت و ہیئت میں پہنچ سکے۔ اور یہ مقدس جماعت ہے مفسرین سلف، محدثین عظام، فقہائے محدثین، محققین فقہائے مذاہب اربعہ، محققین صوفیاء کرام کی، شکر اللہ مساعیھم وجزاھم عن جمیع المسلمین

خیر الجزاء .

انھی علماء حضرات کی وساطت سے وہ مذہب ہم تک پہنچا جس پر آج ہم فخر کرتے ہیں اوراس کے امتیازات کے باعث ہمارا سرا اونچا ہے۔ وللہ الحمد

ہمارے دور کے منکرین حدیث کا سب سے بڑا کارنامہ ان کی یہ کوشش ہے کہ مسلمانوں کا تعلق ان کے ماضی سے منقطع کردیا جائے۔ اسی لیے حدیث کے انکار کا شاخسانہ کھڑا کیا گیا ہے۔ اسی لیے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تفسیر سے اعراض ہے۔ اسی لیے مفسرین سلف کا استخفاف ہے۔ اسی لیے صحیح تصوف ......جس کا مسنون نام ''احسان'' ہے...... کے خلاف ہرزہ سرائی ہے۔ اسی لیے فقہ اسلامی کو قدامت کا طعنہ دے کر کلیۃً دریابرد کرنے کے مشئوم ارادے ہیں۔ اسی لیے دورِ حاضر سے ہرطرح کی مطابقت کرنے کا شور ہے۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام سے لے کر آج تک کے اسلامی طریق معاشرت پر مُلاّ اِزم قسم کے الفاظ سے پھبتیاں کسی جارہی ہیں۔ اور اسی لیے قرآن وسنت کے منصوصہ اور مسلمانوں کے چودہ سو سال کے متفقہ اور اجماعی مسائل کو منتخب کیا گیا ہے تاکہ ان کو ''ریسرچ'' اور ''اجتہاد جدید'' کی درانتی سے کاٹ پھینکا جائے۔

یہ کلمہ شریف میں رسالت محمدی کی شہادت، یہ نماز اور اس کے اوقات، یہ رمضان المبارک کے روزے، یہ زکوٰۃ کا نصاب، یہ حج بیت اللہ شریف، یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت قربانی، یہ حدود وتعزیرات اسلامی، یہ پوتے کی وراثت، یہ درود شریف کا انکار وغیرہ مسائل منصوصہ واجماعیہ کے خلاف جومخصوص انداز کا لٹریچر ادارہ طلوعِ اسلام کراچی اور ادارہ ثقافت لاہور کی طرف سے پھیلایا جارہا ہے اور ان کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش جاری ہے۔ اس کی غرض اس کے سوا کیا ہے کہ جس طرح بھی ہوسکے مسلمانوں کو ان کے ماضی سے منقطع کردیا جائے تاکہ وہ موجودہ فاسق تمدن، بے دین سیاست اور بے قید معاشرت کو آسانی سے قبول کرسکیں۔

۱۳۷۶ھ کی نمازعیدالفطر لاہور کے بعض منچلوں نے اردو میں پڑھ ڈالی تو بجا طور پر مسلمانوں میں ہیجان پیدا ہوا مگر بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ اس خبر کا مبتدا وہ شگوفہ ہے جو ادارہ ثقافت لاہور کے آرگن رسالہ ''ثقافت'' نے غالباً فروری ۱۹۵۶ء کی اشاعت میں ایک مضمون کی شکل میں چھوڑا تھا۔ جس میں مغالطہ آمیز طریقے سے اردو میں نماز پڑھنے کی تلقین تھی۔ گواس کو عمداً کچھ پیچیدہ بنادیا گیا تھا۔

﴿وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَ الْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾

[الأنعام: ۱۱۲]

پچھلی سہ ماہی میں ہمارے ملک کی ثقافتی ترقی کا اہم کارنامہ یہ ہے کہ ناچ گانوں کو خاص فروغ حاصل ہورہا ہے۔ ملتان میں شاندار طریقے سے اس کا مظاہرہ کیا گیا، مسٹر سہروردی نے بہ نفس نفیس ملک سے باہر رقص فرمایا۔ اور اندرون ملک اس کی تشہیر وتبلیغ کی گئی۔ اب مری میں بھی صدرِ مملکت کی سرپرستی میں اس ''اسلامی ثقافت'' کا شوق کیا جارہا ہے۔

ظاہر ہے کہ عام مسلمان اس کو بآسانی برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں ہوسکتے، اس لیے ان رنگیلے لوگوں کی خوش قسمتی ہے کہ ادارہ ثقافت لاہور کے ایک ''سیّد زادے'' نے ''اسلام اور موسیقی'' نام کی ایک ضخیم کتاب ان رنگ رلیاں منانے والوں اور دل دادگانِ عیش وعشرت کے ہاتھ میں دے دی ہے کہ ؏

بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

اور کہیں کی اینٹ اور کہیں کا روڑہ جمع کرکے اس پر اسلام کی چھاپ لگادی ہے۔

﴿وَ لِتَصْغٰۤى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَ لِيَرْضَوْهُ وَ لِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ﴾

[الأنعام: ۱۱۳]

تحقیق وتنقید

قسط نمبر ۵ آخری

جشن عید میلاد ...... کتاب وسنت کی روشنی میں

مفتی عبید اللہ خان عفیف حفظہ اللہ

بدعت کی تقسیم کا بہانہ:

جب اس بدعت کے رسیا لوگوں پر قرآن وحدیث اور تاریخی حوالہ جات سے عید میلاد کو بدعت ثابت کیا جاتا ہے اور ان پر حجت قائم کی جاتی ہے تو پھر وہ بدعت کی تقسیم کا سہارا لے کر عید میلاد کو بدعت حسنہ قرار دیتے ہیں۔ (بدعتیوں کے اس اعتراف سے ثابت ہوتا ہے کہ اس مروّجہ بدعت کا وجود نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں نہ تھا) جبکہ ہر بدعت سیئہ اور مذمومہ ہے۔ جن علماء نے بدعت کو حسنہ اور سیئہ میں تقسیم کیا ہے انھوں نے بدعت سے مراد اس کا لغوی معنی لیا ہے، اور جنھوں نے ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے انھوں نے شرعی معنی مراد لیا ہے۔

امام حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

''ہر بدعت مذمومہ ہے کیونکہ جن نصوص میں بدعات کی مذمت وارد ہوئی ہے وہ عام ہیں اور ان کی کوئی تخصیص نہیں۔ سلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم، صحابہ رضی اللہ عنہم، تابعین رحمۃ اللہ علیہم اور اس کے بعد ائمہ رحمۃ اللہ علیہم کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے، ان سے تخصیص وتقسیم ثابت نہیں۔ بعض علماء سے جو تخصیص کا لفظ آیا ہے ان کے نزدیک بھی حقیقت میں اس مفہوم کی تقسیم نہیں جس کو سلف صالحین بدعت کی تفسیر میں بیان کرتے ہیں اور جس امر کو ان علماء نے بدعت حسنہ کہا ہے وہ دراصل محقق مذہب میں بدعت نہیں اور جس امر کو بدعت سیئہ یا بدعت ضلالہ کہا ہے وہی حقیقت میں بدعت کا شرعی مصداق ہے۔

فتح الباری میں ہے:

"البدعة في الشرع مذمومة بخلاف اللغة."

''شریعت میں جسے بدعت کہا جاتا ہے وہ مذموم ہے جبکہ لغوی معنی کے اعتبار سے ہر بدعت مذموم نہیں۔''

(الإصلاح، ص: ٦٠ حصه دوم)

علماء کے اقوال:

۱: امیر صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ليس في البدعة ما يمدح بل كل بدعة ضلالة." (سبل السلام: ٢/ ١١، ١٢)

''کوئی بھی بدعت قابل مدح نہیں بلکہ ہر بدعت گمراہی وضلالت ہے۔''

۲: شیخ علی محفوظ اپنی کتاب میں ملا احمد رومی حنفی کا قول ان کی کتاب مجالس الابرار کے حوالے سے نقل کرتے ہیں:

"فمن أحدث شيئا يتقرب به إلى الله تعالى من قول أو فعل فقد شرع من الدين ما لم يأذن به الله فعلم أن كل بدعة من العبادات الدينية لا تكون إلا سيئة."

(الإبداع في مضار الابتداع، ص: ٣٠)

''جس شخص نے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے حصول کے لیے دین میں کوئی نئی بات یا کام جاری کر دیا گویا کہ اس نے دین میں وہ چیز داخل کر دی جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی، یہ بات معلوم شدہ ہے کہ ہر بدعت جس کا تعلق دینی عبادات سے ہو، سیئہ ہے۔''

جواب سوال نمبر ۷:

حسب سابق یہ قیام بھی نامشروع بدعت اور ناجائز ہے کیونکہ یہ

ایسا کام ہے جو حضرات مہاجرین وانصار سمیت تمام اکابر واصاغر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہرگز ثابت نہیں۔ باوجودیکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ (فداه أبي وأمي وأولادي وجميع ما عندي) سے بے پناہ عقیدت اور والہانہ محبت تھی۔

مگر بایں ہمہ کسی مجلس میں رسول اللہ ﷺ کے ورود مسعود اور آپ ﷺ کی تشریف آوری پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا کھڑا ہوجانا ثابت نہیں، چنانچہ آپ ﷺ کے خادم خاص جناب انس رضی اللہ عنہ تصریح فرماتے ہیں:

"لم يكن شخص أحب إليهم من رسول الله ﷺ وكانوا إذا رأوه لم يقوموا لما يعلمون من كراهيته لذلك." هذا حديث حسن غريب.

(سنن ترمذي: ۱۱۸/۲)

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی اور محبوب نہ تھا تاہم اس بے پناہ محبت کے باوجود آپ ﷺ کو تشریف لاتے دیکھتے وقت کھڑے نہیں ہوتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ ﷺ اس کو پسند نہیں فرماتے تھے۔''

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر وہ کھڑے نہ ہوتے تھے بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اس طرح کھڑے ہونے پر ایک دفعہ صحابہ کرام کو ڈانٹ بھی پلائی تھی جیسا کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

خرج رسول الله ﷺ متكئا على عصا فقمنا له فقال: ((لا تقوموا كما يقوم الأعاجم يعظم بعضها بعضا.))

(عون المعبود: ۵۲۸/۴، مشكوٰة، ص: ۴۰۳)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ بیماری کی حالت میں لاٹھی ٹیکے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم آپ کو دیکھ کر تعظیماً کھڑے ہوگئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے دیکھ کر مت کھڑے ہوا کرو جیسے عجمی (بدمذہب لوگ) ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں۔''

حضرت انس اور حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہما کی ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اپنے لیے قیام کو پسند نہ کرتے تھے بلکہ اس سے منع فرماتے تھے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم باوصف یہ کہ ان کو آپ ﷺ سے بے پناہ محبت تھی آپ ﷺ کی تشریف آوری پر قیام نہ کرتے تھے۔ عجیب بات ہے کہ جس تعظیم کو رسول اللہ ﷺ پسند نہ رکھتے ہوں اور کمال محبت کے باوصف حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی آپ کی ایسی تعظیم نہیں بجالاتے تھے جبکہ نفس بہ نفیس آپ ﷺ زندہ موجود بھی تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نظر بھی آتے تھے تو پھر آج جبکہ آپ ﷺ زندہ موجود نہیں ہیں تو یہ قیام کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔ فاعتبروا ولا تكونوا من المبتدعين.

۱۔ حنفی اکابر کا فتویٰ:

چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قاضی شہاب الدین حنفی دولت آبادی نے اس قیام کو بدعت بلکہ شرک قرار دیا ہے جیسا کہ سوال نمبر (۶) کے جواب میں گزر چکا ہے۔

۲۔ قاضی نصیر الدین گجراتی کا فتویٰ:

آپ ''طریقۃ السلف'' میں اس بدعت کا نوٹس لیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وقد أحدث بعض الجهال المشائخ أمورا كثيرة لا نجد لها أثرا ولا رسما في كتاب ولا سنة منها القيام عند ذكر ولادة سيد الأنام عليه التحية والسلام."

(طريقة السلف بحواله فتاوى رشيديه، ص: ۴۱۸)

''بعض جاہل مشائخ نے بہت سی بدعتیں ایجاد کرلی ہیں جن کی کوئی دلیل یا نشان نہ ہم کتاب میں پاتے ہیں اور نہ سنت میں اور ان میں سے ایک بدعت سید الامام علیہ التحیۃ والسلام کی ولادت کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا ہے۔''

۳۔محمد بن یوسف الصالحی الشامی کا فتویٰ:

"جرت عادة كثير من المحبين إذا سمعوا بذكر وضعه ﷺ أن يقوموا تعظيما له ﷺ وهذا القيام بدعة لا أصل له." (سبيل الهدى والرشاد في سيرة خير العباد سيرت شامی: ٤/٤١٥ و فتاوى رشيديه، ص: ٤١٨)

''بہت سے محبین کی یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب نبی ﷺ کی ولادت کا ذکر کیا جاتا ہے تو آپ ﷺ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں، حالانکہ یہ قیام بدعت ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔''

۴۔علامہ فضل اللہ جونپوری کا فتویٰ:

"ما يفعل العوام في القيام عند ذكر وضع خير الأنام عليه التحية والسلام ليس بشيء بل هو مكروه." (بهجة العشاق بحواله فتاوى رشيديه، ص: ٤١٨)

''عوام الناس جو ذکر ولادت خیر الانام رسول اللہ ﷺ کے وقت کھڑے ہوجاتے ہیں یہ قیام نہ صرف یہ کہ کوئی نیکی نہیں بلکہ ایسا کرنا مکروہ ہے۔''

مذکورہ بالا فرمان رسول اللہ ﷺ، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے وتیرے اور مزید برآں اکابر علماء احناف کے فتاویٰ سے ثابت ہوا کہ یہ قیام بے ہنگام بدعت بلکہ شرک ہے اب سوائے اس کے اور کیا کہوں ۔

بمژگان سیاہ کر دی ہزاراں رخنہ در دینم
بیا کہ از چشم بیمارت ہزاراں درد بر چینم

اس لیے ہم پوری سنجیدگی کے ساتھ کہتے اور ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ نہ تو خود صاحب میلاد (آنحضرت ﷺ) نے اپنی تریسٹھ سالہ حیات طیبہ میں نہ قولاً، نہ فعلاً، نہ صراحتاً، نہ اشارۃً اپنے اس یوم میلاد کو عید اور جشن کا درجہ دیا تھا نہ خلفائے راشدین نے اس کی طرح ڈالی، نہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ، نہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس دن کو جشن کا درجہ دیا، نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس ۱۲ ربیع الاوّل کو آنحضرت ﷺ کی پیدائش کی خوشی میں کبھی کوئی جلوس نکالا، نہ تابعین، نہ تبع تابعین نے ۱۲ ربیع الاوّل کے مروّجہ جملہ تکلفات کو عشق رسول ﷺ کی کڑی قرار دیا، نہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ایسے عاشق رسول خلیفہ اور حکمران نے عام تعطیل کر کے اس دن کو منایا، نہ کہیں امام ابوحنیفہ ایسے نامور فقیہ نے ۱۲ ربیع الاوّل کے تکلفات اور خرافات کو رواج دیا۔

نہ امام مالک ایسے ناشرِ سنت نے اس یوم میلاد کو عید منانے کا فتویٰ صادر فرمایا، نہ مجدد ملت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس یوم میلاد کو جلوس نکالنے اور جشن منانے کا فتویٰ صادر فرمایا، نہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ایسے محافظ سنت نے اس جشن کو سنت اور مستحب قرار دیا، نہ مؤلفین صحاح ستہ نے اپنی صحاح میں اس یوم میلاد کے احکام بیان فرمائے اور نہ سیرت نگاروں اور نہ مؤرخوں نے اس دن کے جلوسوں کی کیفیت پر کوئی روشنی ڈالی۔ اور پھر مزے کی بات یہ ہے کہ ہماری پہلی چار صدیاں، جو احناف کے نزدیک دور اجتہاد کی آخری حد ہیں، بھی اس بدعت سے محفوظ اور خاموش گزر جاتی ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری ابتدائی تین صدیوں کے آخر تک پورے عالم اسلام کے تمام اطراف واکناف میں اس بدعت کا وجود تو کیا نام ونشان تک نہیں ملتا، حالانکہ ہمارے قابل فخر صحابہ، تابعین، محدثین، مجتہدین محبت رسول ﷺ میں ہم سے کہیں زیادہ گرم جوش تھے اور اتباع رسول ﷺ کا جوش وخروش ہم سے کہیں زیادہ رکھتے تھے۔ دوسرے الفاظ میں ہمارے سلف صالحین نے رسول اللہ ﷺ کی غیر مشروط اطاعت اور اتباع سنت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا پر فداکاری اور رجاںثاری ان کی خوبی بن چکی تھی۔ آپ ﷺ کی چھوٹی سی چھوٹی سنت پر عمل درآمد اور اس کو رواج دینا ان کے ایمان کا لا ینفک حصہ تھا۔ آپ ﷺ کی خوشنودی اور رضاجوئی کے تمام پیمانے ان کے علم اور عمل میں تھے۔ آپ ﷺ سے محبت کرنا اور اس کو نبھانا ان کا سرمایہ حیات تھا۔ وہ تعظیم رسول ﷺ کے تمام کھلے چھپے گوشوں

اور ان کی تمام نزاکتوں سے نہ صرف پوری طرح آگاہ تھے بلکہ وہ ان پر کماحقہ عمل پیرا بھی تھے۔ وہ عقیدت رسول اللہ ﷺ کے تمام خاکوں سے نہ صرف بے خبر نہ تھے بلکہ ان میں اپنی وفاداری اور استواری کا حسین رنگ بھر کر بھی دکھا گئے۔ بایں ہمہ ان سے اس عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں کوئی تفصیلی احکام تو کجا رہے حدیث وتفسیر اور تاریخ کی کتابوں میں ایک حرف بھی مذکور اور منقول نہیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ (فداه أبي وأمي وروحي وعرضي) کا بہ نفس نفیس اپنے روز پیدائش کی خوشی میں ہمارے لیے کوئی اسوہ اور ریت نہ چھوڑنا اور ہمارے قابل فخر سلف صالحین کا اس اسوے اور ریت کو اپنانے کے بارے میں کوئی طرز عمل اختیار نہ کرنا اس حقیقت کی ٹھوس شہادت، بین دلیل، قاطع برہان اور کھلا ثبوت ہے کہ مروّجہ عید میلاد النبی ﷺ اور اس کے تمام تکلّفات اور خرافات بدعت اور غیر شرعی رسم ہے جو کہ عیسائیوں اور ہندوؤں کے تہواروں کا چربہ اور ملغوبہ ہے، چنانچہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس بدعت کے بارے میں سلف صالحین کا طرز عمل واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وكذلك ما يحدثه بعض الناس إما مضاهاة للنصارى في ميلاد عيسى عليه السلام وإما محبة للنبي ﷺ وتعظيما له، والله حثهم على هذه المحبة والتعظيم باجتهاد في الاتباع لا على البدع من اتخاذ مولد النبي ﷺ عيدا مع اختلاف الناس في مولده فإن هذا لم يفعله السلف مع قيام المقتضى له وعدم المانع منه لو كان هذا خيرا محضا أو راجحا لكان السلف رضي الله عنهم أحق به منا فإنهم كانوا أشدّ محبة لرسول الله ﷺ وتعظيما له منا، وهم على الخير أحرص وإنما كمال محبة وتعظيمه في متابعته وطاعته واتباع أمره وإحياء سنته باطنا وظاهرا ونشر ما بعث به والجهاد على ذلك بالقلب واليد واللسان فإن هذه طريقة السابقين من المهاجرين والأنصار والذين اتبعوهم بإحسان." (اقتضاء الصراط المستقيم: ۱/ ۱۲۳، ۱۲۴، طبع: ۱۹۹۹ء، ۱۴۱۹ھ، وزارت الشئون الاسلامية)

"جشن میلاد تو عیسائیوں کے بڑے دن کرسمس کی نقل ہے یعنی ان کی دیکھا دیکھی میں اس میلاد مروّجہ کو ایجاد کیا گیا ہے یا پھر محبت رسول اور آپ ﷺ کی تعظیم کے اظہار کے لیے یہ تکلف کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی محبت اور تعظیم کی ترغیب دی ہے مگر آپ ﷺ کی سچی تعظیم اور سچی محبت صرف اور صرف آپ ﷺ کی غیر مشروط پیروی میں ہے نہ کہ عید میلاد النبی ﷺ وغیرہ بدعتوں کے ایجاد کرنے میں۔ علاوہ ازیں آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں سخت اختلاف ہے تاہم اقتضاء (داعیہ اور سبب) موجود ہونے اور مانع معدوم ہونے کے باوصف ہمارے سلف صالحین نے اس دن کو تہوار نہیں بنایا۔ اگر آپ ﷺ کے یوم میلاد کا کوئی اہتمام خیر محض یا اس کا خیر ہونا راجح ہوتا تو ہمارے سلف صالحین آنحضرت ﷺ سے کامل محبت کرنے اور آپ ﷺ کی شان تعظیم بجا لانے میں ہم سے کہیں زیادہ جوش وخروش رکھتے تھے، خیر یعنی نیکی اور بھلائی کے ہم سے زیادہ حریص تھے، لہٰذا آپ ﷺ کی سچی محبت اور آپ ﷺ کی سچی تعظیم صرف اس امر میں ہے کہ ظاہر اور باطن میں آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی غیر مشروط پیروی کی جائے، آپ ﷺ کے ہر حکم کی اتباع کی جائے، آپ ﷺ کی سنتوں کا احیاء کیا جائے، آپ کی شریعت بیضاء سمحاء کی نشر واشاعت کی جائے اور آپ ﷺ کے پیغام واجب التزام کے فروغ کے لیے دل وجان اور زبان اور

ہاتھ کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ حضرات مہاجرین وانصار اور دوسرے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم سمیت اور تابعین عظام رحمۃ اللہ علیہم اور ان کے مخلص پیروکاروں کا فقط یہی طریقہ اور معمول تھا۔''

ان تاریخی حقائق کی توضیح وتشریح کے بعد بھی اگر کسی عالی فہم کو سلف صالحین کا مسلک سمجھ نہ آئے اور اتباعِ سنت اور رسول کی پیروی کو وہ اپنی فلاح دارین کی ضمانت نہ سمجھتے ہوئے خودساختہ بدعات اور خرافات کی بدبودار دلدل میں کھویا رہے تو ہم اس کے لیے ہدایت کی دعا کے سوا اور کیا کرسکتے ہیں ؎

آنکھیں اگر بند ہیں تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا

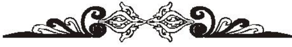
اس گفتگو سے روزِ روشن کی طرح ثابت ہوا کہ اسلام میں بدعات یعنی نئی نئی رسموں (عید میلاد وغیرہ) کی بیخ لگانا اور ان کو رائج کرنا ایک ایسا کبیرہ گناہ، ایک ایسا گھناؤنا جرم، ایک ایسا ناپاک دھندہ، ایک ایسی حرکت قبیحہ اور ایک ایسی شرمناک جسارت ہے کہ جس کی شناعت اور قباحت کے ہولناک نتیجے میں بدعتی آدمی کا روزہ، نماز، حج، زکوٰۃ جیسے فرائض اور دوسرے اعمال مشروعہ بھی قبول نہیں ہوتے۔

مولوی محمد مسلم رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا:

اصل دین مصطفیٰ ہے سنت خیر الوریٰ
مغز شرع مصطفیٰ ہے سنت خیر الوریٰ
بدعتی کی کس طرح مقبول ہو صوم و صلاۃ
ہر عبادت کا سرا ہے سنت خیر الوریٰ

نوٹ: یہ مضمون یہاں ختم کیا جاتا ہے، قارئین وشائقین مزید تفصیل کے لیے اس موضوع پر میری لکھی ہوئی کتاب بنام ''جشن عید میلاد النبی ﷺ کتاب وسنت کی روشنی میں'' ملاحظہ کرسکتے ہیں جس میں شرح وبسط کے ساتھ مزید مباحث مرقوم ہیں۔

اللهم جنبنا عن الإحداث في الدين وارزقنا اتباع خير المرسلين . آمين



قاری محمد حنیف طیب قصوری جوارِ رحمت میں

قصور کے ممتاز عالم دین مولانا قاری محمد حنیف طیب قصوری ۱۲؍فروری ۲۰۱۲ء بروز اتوار وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحوم راجہ جنگ قصور کے قریبی موضع کوٹلی رائے ابوبکر میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی۔ باقاعدہ دینی تعلیم جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں حاصل کی اور وہیں سے فارغ التحصیل ہوئے۔

راقم ۱۹۷۹ء میں نویں کلاس کا طالب علم تھا۔ چنیوٹ میں ان کے عزیز اور راقم کے استاذ گرامی مولانا قاری محمد سعید اشرف صاحب خطیب مسجد مبارک اہل حدیث کے ہاں اکثر یہ آتے رہتے تھے۔ بڑے خلیق الطبع تھے۔ راقم کو دینی تعلیم کا شوق ہوا تو انھوں نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد میں داخلے کا کہا۔ میرے والد گرامی حاجی محمد عبداللہ رحمہ اللہ کی اجازت سے یہ مجھے جامعہ سلفیہ داخلے کے لیے لے گئے۔ ان کا کمرہ حضرت مولانا قدرت اللہ فوق رحمہ اللہ کے رہائشی کمرے کے ساتھ تھا۔ مجھے کمرہ نمبر ۴۱ الاٹ ہوا۔ جامعہ کے تمام اساتذہ کا موصوف بڑا احترام واکرام کرتے تھے۔ اس وقت یہ ساتویں کلاس کے طالب علم تھے اور راقم اولیٰ اعدادی میں داخل ہوا تھا۔ میرے ساتھ بڑا احسن سلوک کا معاملہ کرتے تھے۔ پڑھائی وغیرہ کا پوچھتے اور ہر دفعہ پوچھتے کہ دل لگ گیا ہے۔ الحمدللہ جامعہ کا وسیع وعریض گراؤنڈ تھا۔ فیصل ہال اور عظیم الشان لائبریری تھی۔ ڈاک خانہ بھی جامعہ کی عمارت میں قائم تھا اور ڈسپنسری بھی موجود تھی۔ شروع شروع میں دل نہ لگتا تھا۔ آخر پڑھائی کرتے کرتے دل بھی لگنا شروع ہوگیا۔ اللہ کریم قاری صاحب موصوف کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل سے نوازے، آمین۔

(دلفگار: محمد سلیم چنیوٹی)

تحقیق وتدقیق

قسط نمبر ۵

مسئلہ ایصالِ ثواب کا تحقیقی جائزہ

ایصالِ ثواب کی جائز اور ناجائز صورتیں

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر شعبۂ تحقیق وتالیف، دارالسلام، لاہور

مروّجہ قرآن خوانی اور حنفی مفتیانِ کرام کے فتاوی

قرآن خوانی کی مروجہ رسم کے متعلق ہم نے اس سے قبل جو کچھ عرض کیا ہے وہ خالصتاً قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا ہے لیکن جو حضرات ہر مسئلے کے اثبات کے لیے پہلے فقہ حنفی کی کتابوں کو دیکھتے اور انھی کی روشنی میں جواز و عدم جواز کا فیصلہ کرتے ہیں، ان کے نزدیک بھی قرآن خوانی کا مروجہ طریقہ یکسر ناجائز اور حرام (مکروہ) ہے۔ اور اس کی بنیاد فقہ حنفی کا یہ مسئلہ ہے کہ تعلیم قرآن پر اجرت لینا جائز نہیں اگرچہ متأخرین حنفیہ نے اس کا جواز تسلیم کرلیا ہے۔ گویا اس میں ان کے ہاں دو رائے پائی جاتی ہیں لیکن ایصالِ ثواب کے نکتہ نظر سے قرآن پڑھوا کر قرآن خوانوں کو اجرت دینا یا ان کو کھانا کھلانا بالاتفاق حرام اور ناجائز ہے، نیز وہ یہ بھی تسلم کرتے ہیں کہ اجرت کے بغیر یا دعوت کے بغیر آج کل کوئی بھی قرآن خوانی کے لیے تیار نہیں ہوتا، اس لیے قرآن خوانی کی یہ ساری رسم فقہ حنفی کی رُو سے ناجائز ہے۔

ذیل میں ہم پہلے مفتی سیاح الدین کا کاخیل، جو دیوبندی احناف میں نہایت جلیل القدر عالم ومفتی مانے جاتے تھے اور سالہا سال تک اسلامی نظریاتی کونسل (اسلام آباد) کے ممبر بھی رہے ہیں، ان کے فتاووں کا ایک مجموعہ دو جلدوں میں شائع شدہ ہے، اس سے ہم ایک فتوی یہاں نقل کرتے ہیں:

اس کا عنوان ہی یہ ہے ''ایصالِ ثواب کے لیے قرآن خوانی'' ہے۔ اس کے تحت درج سوال اور جواب ملاحظہ فرمائیں:

۱۔ فتویٰ مفتی سیاح الدین کا کاخیل: سوال: ہمارے ہاں یہ طریقہ رائج ہے کہ کوئی مرجائے تو اس کے ورثاء قرآن مجید کے حفاظ اور دوسرے مولوی صاحبان کو اپنے گھر بلا کر ان سے قرآن مجید ختم کراتے ہیں اور پھر میت کے لیے فاتحہ خوانی کرتے ہیں، اس طرح قرآن مجید پڑھنے اور دعا کرنے کے بعد اُن کو نقد رقم بھی دی جاتی ہے اور کھانا بھی کھلایا جاتا ہے یا چائے اور مٹھائی وغیرہ سے تواضع کی جاتی ہے۔ جب سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے پورے علاقے میں یہ طریقہ رائج ہے اور ہم یہی سمجھتے ہیں کہ اس سے میت کی روح کو فائدہ پہنچتا ہے، ثواب ملتا ہے اور اس کی مغفرت ہوجاتی ہے۔ بلکہ جو کوئی اس طرح ختمِ قرآن نہیں کراتا اسے بخیل سمجھا جاتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ اس کا میت کے ساتھ کوئی قلبی تعلق ہی نہ تھا۔ مشہور مثل ہے: ''مرگیا مردود، نہ فاتحہ نہ درود۔''

ہمارے قصبے کی ایک نئی مسجد میں ایک خطیب صاحب آئے ہیں، انھوں نے پہلا مسئلہ یہی اٹھایا ہے کہ اس طرح قرآن مجید پڑھنے کا کوئی ثواب نہیں، پڑھنے والا اور اس پر مالی لین دین کرنے والا دونوں گناہ گار ہیں۔ ایصالِ ثواب کے لیے قرآن مجید پڑھنے پر اُجرت لینا جائز نہیں اور یہ یقیناً اُجرت ہے کیونکہ اگر ان مولوی صاحبان اور حفاظ کرام کو معلوم ہوجائے کہ ہمیں قرآن ختم کرنے کے بعد کچھ بھی نہ ملے گا تو وہ پھر ختمِ قرآن کے لیے کبھی نہ جائیں اور گھر والا بھی انھیں صرف اس صورت میں کھلاتا پلاتا اور روپیہ دیتا ہے جب

وہ قرآن مجید ختم کرتے ہیں۔ اگر وہ کچھ نہ پڑھیں تو محض مالی صدقے کے طور پر انھیں کبھی کوئی چیز نہیں دیتے، خواہ وہ فاقے سے مر رہے ہوں۔ یہ قطعاً معاوضے کی صورت ہے۔ جن مولوی صاحبان کا ہمیشہ سے ایسی قرآن خوانی کا معمول چلا آرہا ہے وہ اس نئے خطیب کے مخالف ہوگئے ہیں اور اس پر وہابی ہونے کا الزام لگایا ہے۔ طویل عرصے سے علماء کرام میں ایسی قرآن خوانی کا رواج پایا جاتا ہے۔ کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ اس مسئلے نے بڑی نازک صورت اختیار کرلی ہے۔ ہم چونکہ مسلکِ حنفی پر کاربند ہیں۔ آپ حنفی مسلک کی کتابوں کی روشنی میں مسئلے کی وضاحت فرمائیے۔ کتابوں کا حوالہ بھی لکھیے۔ (سائل)

جواب: اس عام رواج کا مجھے بھی علم ہے، مگر رواج کے طور پر کسی چیز کا مدتوں لوگوں میں جاری رہنا اس بات کی دلیل تو نہیں ہوسکتی کہ ان کا یہ فعل شرعاً بھی جائز ہے۔ معلوم نہیں کہ اس رواج کی ابتدا کب سے ہوئی ہے اور اس کی ابتدائی شکل کیا تھی لیکن اب جو صورت اس نے اختیار کرلی ہے وہ قطعاً ایک غیر شرعی اور خودساختہ رسم کی ہے۔ نئے خطیب صاحب کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے اور مطابقِ واقعہ ہے کہ اُجرت کے حصول کے لیے ہی قرآن مجید پڑھا جاتا ہے۔ دونوں طرف یہی نیت ہوتی ہے۔ نہ تو حفاظ اخلاص کے ساتھ محض رضائے الٰہی کے لیے پڑھتے ہیں اور نہ ختم کرانے والوں کی نیت خالص ہوتی ہے۔ مولوی صاحبان اور میت کے ورثاء اس کی ہزار تاویلیں کرکے بات بنانے کی کوشش کریں مگر حقیقت یہی ہے۔ اور یہ مسئلہ وہابیوں کا نہیں بلکہ تمام کتبِ فقہ حنفی میں اسی طرح موجود ہے کہ مجرد تلاوتِ قرآن مجید پر اجرت لینا جائز نہیں۔ درمختار کا حاشیہ ردالمحتار جو فتاویٰ شامیہ کے نام سے مشہور و متعارف اور فقہ حنفی کے مسائل کی جامع کتاب ہے، اس میں علامہ شامی رحمہ اللہ نے طویل بحث کرکے ثابت کیا ہے کہ اس طرح قرآن پڑھنے پر اجرت لینا دینا قطعاً جائز نہیں ہے، شامی (۳۸/۵-۴۰) میں یہ بحث موجود ہے۔ قصبے کے سابقہ مولوی صاحبان اور اس رسم کے پابند دیگر صاحبِ علم حضرات کو یہ عبارت اور اس کا حوالہ دکھادیں۔ ساری عبارت تو میں نہیں لکھ سکتا، البتہ علامہ شامی نے جو آخری فیصلہ لکھا ہے وہ درج کررہا ہوں:

”و قد قال العلماء: إن القاري إذا قرأ لأجل المال فلا ثواب له، فأي شيء يهديه إلى الميت! و إنما يصل إلى الميت العمل الصالح والاستئجار على مجرد التلاوة لم يقل به أحد من الأئمة و إنما تنازموا في الاستئجار على التعليم، وممن صرح بذلك أيضا الإمام البركوي - قدس سره - في آخر الطريقة المحمدية فقال: الفصل الثالث في أمور .“

(مفتی سید سیاح الدین کاکاخیل)

(تفہیم الاحکام: ۳۹۴/۲-۳۹۶، ادارہ معارف اسلامی، منصورہ)

وضاحت: مفتی صاحب مرحوم نے عربی عبارت کا ترجمہ نہیں لکھا، ہم ذیل میں اس کا خلاصہ درج کرتے ہیں:

”علماء نے کہا ہے کہ قاری اگر اجرت کے لیے قرآن پڑھتا ہے تو خود اس کو ہی ثواب نہیں ملتا تو وہ میت کو کیا چیز ہدیہ کرتا ہے؟ میت کو تو صرف عمل صالح کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور محض تلاوت پر اجرت لینے کا کوئی ایک امام بھی قائل نہیں، البتہ قرآن کی تعلیم پر اجرت لینا اس میں (جواز اور عدم جواز کی) دونوں رائے ہیں۔“

فقہ حنفی کی اس نہایت معتبر عبارت سے مروجہ قرآن خوانی ”عمل صالح“ ہی نہیں ہے، اس لیے پڑھنے والا ہی ثواب سے محروم ہے تو اس طرح وہ میت کو کس طرح ثواب پہنچا سکتا ہے؟ یعنی اس طرح ایصالِ ثواب ہوتا ہی نہیں۔

۲۔ مفتی کفایت اللہ دہلوی مرحوم کا فتویٰ: مفتی صاحب مرحوم کا بھی دیوبندی احناف میں جو مقام و مرتبہ ہے وہ محتاج وضاحت نہیں۔ وہ تقسیم سے قبل متحدہ ہندوستان میں علمائے احناف میں مفتیِ اعظم مانے اور سمجھے جاتے تھے۔ ان کے فتاوی ان کے صاحبزادے نے جمع

ومرتب کر کے ۹ ضخیم جلدوں میں شائع کیے ہیں جو پاکستان میں بھی مکتبہ امدادیہ ملتان کی طرف سے شائع شدہ دستیاب ہیں۔

مفتی کفایت اللہ مرحوم (متوفی ۱۹۵۲ء) نے ایک فتوی میں بعداز مرگ رائج متعدد رسومات کا رد کیا ہے جو ''کفایت المفتی'' (مجموعۂ فتاویٰ) کی جلد چہارم میں تفصیلاً موجود ہے۔ ساری رسومات اور تردیدات کا ذکر تو بہت طویل ہے، اہل علم اس کو ملاحظہ فرماسکتے ہیں، یہاں ہم اس کا صرف وہ حصہ نقل کرتے ہیں جس میں مفتی صاحب مرحوم نے ان رسومات کو بدعات سے تعبیر کیا ہے۔علاوہ ازیں مروجہ قرآن خوانی کی رسم کو بھی مکروہ قرار دیا ہے۔

یہ یاد رہے کہ فقہ حنفی میں مطلق طور پر مکروہ کا لفظ استعمال ہو تو فقہائے احناف نے صراحت کی ہے کہ وہ حرام کے معنی میں ہوتا ہے۔

اب آپ مفتی صاحب کی عبارت ملاحظہ فرمائیں جس کے آخر میں قرآن خوانی کے مروجہ طریقے کو بھی مکروہ (حرام) قرار دیا گیا ہے۔

مفتی کفایت اللہ صاحب کی صراحت:

''**حکم شرعی**: واضح ہو کہ میت کے لیے ایصالِ ثواب کرنا نہایت مستحسن ہے کیونکہ اموات خیر ومبرات کی بہت محتاج اور منتظر رہتی ہیں۔ اور اُن کو ثواب پہنچانا اپنے عزیز یا دینی بھائی کی امداد واعانت کرنا ہے۔ اور طائفہ اہلِ حق، یعنی اہلِ سنت والجماعت کے نزدیک تمام عبادات مالیہ و بدنیہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے، پس ہر مسلمان کو مناسب ہے کہ وہ اپنے اموات، اعزاء واقارب واحباب و اخوان مسلمین، کو اُن کے اس آڑے وقت میں پہنچانے اور اُن کی امداد و اعانت کرنے میں غفلت نہ کرے۔ اور جہاں تک اس کے امکان میں ہو اُن کو ثواب پہنچائے۔ لیکن واضح رہے کہ ثواب پہنچانے کا مطلب صرف یہ ہے کہ انسان جو نیک کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُس کا ثواب اُس کے لیے لکھا جاتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے یہ اختیار بھی عطا فرمادیا ہے کہ اپنا ثواب جس کو پہنچانا چاہے پہنچادے۔ اور صرف اس کے کہنے سے کہ یا اللہ! میرے اس کام یا اس صدقے کا ثواب فلاں شخص کو پہنچادے۔ یا میں نے اس کام یا اس صدقے کا ثواب فلاں شخص کو بخش دیا۔ اس میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے، یعنی شریعتِ مقدسہ نے ثواب پہنچانے کے لیے اس طریقے کے علاوہ کوئی خاص صورتیں اور خاص قیود مقرر نہیں فرمائیں۔ اور رسول اکرم ﷺ یا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم یا تابعین یا ائمہ مجتہدین وسلف صالحین رحمۃ اللہ علیہم سے بھی ایصالِ ثواب کے لیے کوئی خاص قیود اور خاص صورتیں منقول نہیں۔ لیکن لوگوں نے ایصال ثواب کے لیے نئے طریقے اور اس کے لیے خاص خاص صورتیں ایجاد کر کے انھیں لازم کر لیا اور سمجھ بیٹھے کہ بس اسی طرح ثواب پہنچتا ہے یا اس طرح پہنچانے سے زیادہ ثواب پہنچتا ہے۔ کسی نے ایصالِ ثواب کے لیے خاص دن مقرر کر لیے۔ کسی نے صدقے کے لیے خاص خاص چیزیں اور اُن کی مقدار معین کر لی۔ کسی نے مقامات کی تعیین کر لی کہ، مثلاً: قبر پر ہونا چاہیے۔ کسی نے کچھ کسی نے کچھ۔ ان قیودات اور تعینات مخترعہ کی وجہ سے ایصالِ ثواب جیسا نیک کام بدعات کا مجموعہ بن گیا۔ اور حسبِ تصریح فقہائے کرام وہ بجائے مفید ہونے کے اُلٹا نقصان کا سبب ہو گیا۔

اِیصالِ ثواب کے متعلق جس قدر قیودات و تعیناتِ غیر مشروعہ ایجاد کی گئی ہیں یا بوجہ التزام و اہتمام وہ غیر مشروع اور بدعت ہوگئی ہیں اُن کی تفصیل کے لیے ایک دفتر درکار ہے۔ بہت سی ایسی صورتیں ہیں کہ فقہائے کرام کے زمانے میں وہ پیدا ہوگئی تھیں۔ اُن کے احکام تو فقہاء کے کلام میں مذکور ہیں۔ لیکن بہت سی ایسی ہیں کہ اُن کا وجود تھوڑے زمانے سے ہوا ہے، اس لیے خاص اُن کا ذکر کتب فقہ میں نہیں ملتا۔ یہاں پر افسوس اور سخت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ان بدعات کی ترویج و اشاعت میں عوام الناس زیادہ

قابلِ الزام نہیں بلکہ وہ نام کے علماء ہیں جنھوں نے لوگوں سے بحیلۂ ایصالِ ثواب اپنے علم کا خراج وصول کرنا اپنا انتہائی مقصود سمجھ رکھا ہے۔ اِن بدعات کے زیادہ تر ذمہ دار یہی حضرات ہیں جنھوں نے عوام کو سمجھایا کہ تمھاری یہ تمام ایجادیں جائز ہیں بلکہ مستحب وسنت ہیں اور بجائے اس کے کہ بدعات سے اُن کو نفرت دلاتے اور سنت نبویہ کی تعلیم کرتے اور اس کے اتباع کا شوق اور محبت اُن کے دلوں میں پیدا کرتے، صحابۂ کرام کے حالات اُن پر پیش کرتے، ائمۂ دین وسلف صالحین کی پاک سیرت اُنھیں سکھاتے۔ ایک طوفانِ بدعات میں انھیں غرق کر دیا۔ اور اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اُن خدا ترس اور اہلِ حق علماء کے خلاف زہر اُگلنا شروع کیا جنھوں نے ان کو بدعت بتایا اور بدعت کے بُرے انجام اور نتیجۂ بد سے آگاہ کیا۔ حالانکہ اہلِ حق فقہ حنفیہ کی صریح عبارتیں پیش کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے صاف ارشادات بیان کرتے ہیں۔ مگر اُن کو وہابی غیر مقلد بتا کر عوام کے قلوب کو اُن سے برگشتہ کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ درحقیقت خود اپنے مذہب اور فقہ حنفیہ کی صریح مخالفت کر کے حقیقی طور پر خود غیر مقلد بنتے ہیں۔ مگر ان بدعات کی اشاعت سے جو آمدنی اُن کو ہوتی ہے اُس کے مقابلے میں ترکِ تقلید و ترکِ سنت سبھی کچھ اختیار کر لیتے ہیں۔ افسوس صد افسوس۔"

اس کے بعد مفتی صاحب نے ایصالِ ثواب کی اور بہت سی خود ساختہ رسومات کا ذکر کر کے ان کی تردید کی ہے اور ان کو بدعات قرار دیا ہے۔

رسم قرآن خوانی کے بارے میں

اسی طرح قرآن خوانی اور دعوت ختم قرآن کے بارے میں لکھتے ہیں:

"و في البزازية و يكره اتخاذ الطعام في اليوم الأول والثاني والثالث و بعد الأسبوع و نقل الطعام إلى القبر في المواسم و اتخاذ الدعوة لقراءة القرآن و جمع الصلحاء والقراء للختم أو لقرائة سورة الأنعام أو الإخلاص والحاصل أن اتخاذ الطعام عند قراءة القراٰن لأجل الأكل يكره و فيها من كتاب الاستحسان و إن اتخذ طعاماً للفقراء كان حسنا، وأطال في ذٰلك في المعراج و قال: و هذهِ الأفعال كلها للسمعة والرياء فتحرز عنها لأنهم لا يريدون بها وجه الله تعالٰى."

"بزازیہ میں ہے کہ موت کے پہلے اور دوسرے اور تیسرے دن اور ساتویں دن کھانا کرنا اور قبر پر کھانا لے جانا مواسم میں اور قرآن پڑھانے کے لیے دعوت کرنا اور صلحاء اور قراء کو ختم قرآن کے لیے یا سورۂ انعام و اخلاص پڑھنے کے لیے جمع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور حاصل یہ ہے کہ قراءۃِ قرآن کے وقت کھانا کرنا مکروہ ہے۔ اور فتاویٰ بزازیہ کی کتاب الاستحسان میں ہے کہ اگر فقراء کے لیے کھانا پکایا جائے تو اچھا ہے۔ اور معراج میں طویل بحث کر کے کہا کہ یہ تمام افعال شہرت و ناموری کے لیے کیے جاتے ہیں، پس ان سے احتراز کیا جائے۔ کیونکہ لوگ ان سے اللہ کی خالص رضامندی کا قصد نہیں کرتے۔" (ردالمحتار شامی)

اس عبارت میں کئی باتیں نہایت صاف طور سے مذکور ہیں۔ اول یہ کہ میت کے پہلے روز، یعنی یومِ انتقال و دفن میں کھانا پکوانا اور اجتماع کرنا اور ختم قرآن کا اہتمام و اجتماع اور تیسرے روز اور پھر ہفتے کے بعد یہی اہتمام اور اجتماع کرنا یہ سب مکروہ ہے اور یہ افعال اکثری طور پر بغرض شہرت وریا ونمود کیے جاتے ہیں، اس لیے بدعت و ناجائز ہیں۔ اگر فقراء کو کھانا کھلایا جائے یا تقسیم کیا جائے، بشرطیکہ اُسے سنت نہ سمجھا جائے اور نہ اس کا التزام کیا جائے تو جائز ہے، یعنی

بغیر کسی تعیینِ وقت یا تخصیص طعام کے، جس وقت میسر ہو بغرض خوشنودی خدا تعالیٰ کھانا پکا کر فقراء کو کھلا دو یا تقسیم کر دو اور اس کا ثواب میت کو پہنچا دو تو مضائقہ نہیں بلکہ بہتر ہے۔''

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں:

''ان عبارتوں سے صاف معلوم ہوگیا کہ کلمہ طیبہ یا قرآن مجید کا ختم کرانے کے لیے اجتماع کرنا اور پڑھنے والوں کو کھانا کھلانا مکروہ اور بدعت ہے، نیز چونکہ اس قسم کے کھانے میں غریب امیر سب شامل ہوتے ہیں، اس لیے صاف ظاہر ہے کہ اس کھانے سے مقصود صدقہ اور خیرات نہیں ہے، ورنہ امراء کو صدقہ کھلانے کے کیا معنی۔ اور جب صدقہ مقصود نہ ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا کھلانا اور جلسے کرنا محض ناموری اور شہرت اور ریا کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کا مکروہ اور بدعت ہونا پہلے ثابت ہو چکا ہے اور یہ کہنا کہ امراء کی دعوت بطور ہدیہ کے ہوتی ہے اور فقراء کی بطور صدقہ کے، صحیح نہیں کیونکہ کھانا کرنے والوں کو اس تفریق کا خیال نہیں ہوتا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تاہم بقول علامہ ابن ہمام کے چونکہ یہ دعوت غمی کی ہے اس لیے غیر مشروع اور بدعت ہے۔ اور ردالمحتار شامی کی عبارت سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ ترکہ مشترکہ میں سے بغیر رضاء جمیع ورثہ یہ مصارف ادا کرنا بالخصوص جبکہ کوئی وارث نابالغ یا غائب ہو، ناجائز ہے۔ اور جو کرے گا وہ خود ضامن ہوگا۔''

(کفایت المفتی: ۴/۱۳۷، ۱۳۸، ۱۴۰، ۱۴۹)

ملحوظہ: قرآن خوانی کی رسم ہی کی طرح کچھ اور رسمیں بھی ہمارے معاشرے میں رائج ہیں یا فقہائے احناف نے وہ بیان کی ہیں، یہ رسمیں اور حیلے بھی مسلمان قوم کو بے عمل ہی بنانے والے ہیں، اس لیے ان کا جواز بھی تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ اب یہ مسئلہ زیر بحث آہی گیا ہے علاوہ ازیں یہ سب رسمیں اور حیلے ایصالِ ثواب ہی کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، اس لیے ہم ان کا بھی قدرے تفصیل سے جائزہ لینا مناسب اور ضروری خیال کرتے ہیں، چنانچہ آئندہ صفحات میں یہ مبحث بھی ملاحظہ فرمائیں۔ واللّٰہ هو الموفق والمعين وهو الهادي إلى سواء السبيل .

مسلمان قوم کو بے عمل بنانے والی کچھ اور رسمیں اور حیلے

ایک مسلمان کہلانے والا شخص اگر سالہا سال نماز نہیں پڑھتا، رمضان المبارک کے روزے نہیں رکھتا، زکاۃ ادا نہیں کرتا، وغیرہ وغیرہ۔ پھر اللہ تعالیٰ اس کو زندگی میں توبہ کی توفیق عطا فرما دیتا ہے اور توبۃ النصوح کر کے وہ احکام و فرائض اسلام کا پابند بن جاتا ہے اور خالص اور سچی توبہ کرنے کے بعد وہ ان کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتا۔ ایسے شخص کی پچھلی چھوٹی ہوئی نمازوں اور چھوٹے ہوئے روزوں وغیرہ کا کیا حساب ہوگا؟ ان کی ادائیگی ضروری ہے تو ادائیگی کس طرح ہوگی؟ یا اس کا خالص توبہ کر لینا ہی کافی ہوگا؟

<u>پہلا موقف: خالص توبہ کافی ہے:</u>

دلائل شرعیہ کی رو سے فرائض اسلام کا مسلسل تارک عند اللہ مسلمان ہی نہیں رہتا، گو مردم شماری کے خانے میں وہ مسلمان ہی متصور ہوتا ہو، اس لیے اگر ایسا بے عمل نام نہاد مسلمان اگر سچی توبہ کر کے احکام و فرائض اسلام کا پابند بن جاتا ہے اور آئندہ کوتاہی نہیں کرتا تو اس کی خالص توبہ ہی اس کی پچھلی تمام کوتاہیوں کے ازالے کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ اس کے پچھلے گناہوں پر قلمِ عفو پھیر دے گا اور اس کو اس کی چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں وغیرہ کا حساب کرنے کی اور ان کا کفارہ ادا کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی حیثیت نو مسلموں کی طرح ہے کہ توبہ کرنے سے سابقہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں بشرطیکہ آئندہ وہ صحیح معنوں میں ایمان و عمل صالح والی زندگی گزارے۔

اور اگر وہ توبہ و اصلاح کیے بغیر ہی فوت ہو جاتا ہے جب کہ سالہا سال کے فرائض و واجبات اس کے ذمے ہیں تو اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء مالی فدیے

کے ذریعے سے اس کی بے عملی اور کوتاہیوں (فرائض اسلام کی عدم ادائیگی) کا ازالہ نہیں کر سکتے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ﴾ [المدثر: ۳۸]

''ہر نفس اپنے کیے کا گروی ہے۔''

﴿كُلُّ امْرِئٍ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ﴾ [الطور ۲۱]

''ہر شخص اپنے عملوں کے عوض گروی ہے۔''

قرآن کریم کی یہ آیات اس کے بارے میں واضح اور نصِ قطعی ہیں۔ احادیث میں بھی ایسے شخص کے بارے میں کچھ نہیں ملتا، جو کچھ ملتا ہے وہ ایصالِ ثواب کی جائز صورتوں میں ہم بیان کر آئے ہیں، لیکن ان صورتوں کا کوئی تعلق ایسے فرائضِ اسلام کے تارک سے نہیں ہے۔ ہم اس کے لیے سوائے دعائے مغفرت کے کچھ نہیں کر سکتے، دعا کا جواز ہمیں ملتا ہے۔ ہر مسلمان کی نماز جنازہ بھی چاہے وہ کتنا بھی بے عمل یا بدعمل ہو، اسی جواز کی بنیاد پر پڑھی جاتی ہے کیونکہ نماز جنازہ بھی دعائے مغفرت ہی ہے۔ لیکن اس کا اس کو کوئی فائدہ ہوتا ہے یا نہیں؟ اس کا علم سوائے اللہ کے کسی کو نہیں۔ ایصالِ ثواب اور دعاؤں سے میت کو فائدہ ضرور پہنچتا ہے لیکن کس کو؟ صرف اس کو جس کو اللہ پہنچانا چاہے اور اللہ سے کس کی بابت یہ امید رکھی جا سکتی ہے؟ صرف گناہ گار مسلمانوں کے لیے، جو جان بوجھ کر اور مسلسل بڑے بڑے گناہ نہ کرتے رہے ہوں، فرائض اسلام سے غافل نہ رہے ہوں، اسلام کے حلال وحرام کے حتی الامکان پابند رہے ہوں۔ لیکن جن مسلمانوں کی زندگیوں میں اسلام صرف اس حد تک تھا کہ ان کا نام مسلمانوں والا تھا لیکن کام کوئی بھی مسلمانوں والا نہ تھا، نہ نماز کے پابند تھے، نہ زکاۃ کی ادائیگی کا کوئی اہتمام تھا، نہ حلال وحرام کے درمیان کوئی تمیز کرتے تھے۔ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ ایسے مرتکبِ کبائر مسلمانوں کا معاملہ، جو کبائر سے توبہ کیے بغیر فوت ہو گئے بلکہ فرائض کے بھی تارک رہے، ان کا معاملہ کلیۃً اللہ کے سپرد ہے، وہ چاہے تو معاف کر دے (پہلے مرحلے ہی میں) اور چاہے تو سزا کے بعد معاف کرے، ہم ان کی بابت کوئی حتمی حکم نہیں لگا سکتے۔ تاہم دلائل شرعیہ کی رُو سے ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ نے بے لاگ عدل وانصاف کا مظاہرہ فرمانا ہے کیونکہ اس نے اس دن کا نام ہی یوم الدین (روزِ جزاء) اور یوم الحساب (حساب کا دن) رکھا ہے اور اس جزاء اور حساب کا مطلب یہی یہ ہے کہ اس روز نیک اور بد، فرمانبردار اور نافرمان دونوں کے ساتھ یکساں معاملہ نہ ہوگا اور نہ ہو ہی سکتا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ عدل وانصاف کے خلاف ہوگا جس کی توقع اللہ کی ذات سے نہیں کی جا سکتی کیونکہ اس کا فرمان ہے:

﴿وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ [حم السجدة: ٤٦]

''آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔''

اور نیک وبد کے ساتھ یکساں معاملہ کرنا نیکوں کے ساتھ ظلم ہی ہوگا، یہ ظلم اللہ تعالیٰ ہرگز نہیں فرمائے گا، فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِيْنَ كَالْمُجْرِمِيْنَ o مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ o﴾ [القلم: ۳٥، ۳٦]

''کیا پھر ہم مسلمانوں کو مجرموں کے برابر ٹھہرائیں گے؟ تمھیں کیا ہوا، تم کیسے فیصلے کرتے ہو!''

دوسری جگہ فرمایا:

﴿اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ [الجاثية: ۲۱]

''کیا جن لوگوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم انھیں ان لوگوں کی مانند کر دیں گے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔''

دوسرا موقف:

اس کے برعکس ایک دوسرا موقف یہ ہے کہ ایسا مسلمان جو، مثلاً: ۲۰، ۳۰ سال نماز کا تارک، رمضان المبارک کے روزوں کا تارک، زکاۃ وغیرہ کا تارک رہا، اس کے بعد توبہ کی توفیق اس کو مل گئی اور وہ مخلص مسلمان اور فرائض کا پابند بن گیا تو وہ گزشتہ ۲۰، ۳۰ سالوں کی چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا اور چھوٹے ہوئے روزوں کا فدیہ ادا کرے اور وہ اس طرح کہ وہ ۲۰، ۳۰ سال یا اس سے کم وبیش جتنا

عرصہ وہ فرائض کا تارک رہا اس کی قضا اور فدیہ دے، مثلاً: جتنے سالوں کی نماز اس کے ذمے ہے، وہ اتنے سال ہر نماز ڈبل یا غیر مکروہ اوقات میں حسب استطاعت حساب کرکے نمازوں کی قضا ادا کرتا رہے اور یوں وہ تمام گزشتہ سالوں کی نمازیں بھی ادا کرے۔ چھوٹے ہوئے تمام سالوں کے روزوں کا فدیہ ادا کرے۔ ہر روزے کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہے۔

اور اگر ایسا شخص توبہ واصلاح کے بغیر ہی فوت ہوگیا جب کہ سالہا سال کے فرائض اس کے ذمے ہیں تو اس کی طرف سے فدیہ ادا کیا جائے۔ ہر نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم ہے اور وتر سمیت روزانہ کی چھ نمازیں شمار ہوں گی۔ اس اعتبار سے ایک دن کی چھ نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس کلو گندم ہوگی۔ ایک سال میں ۳۶۵ دن ہوتے ہیں، اس حساب سے ایک سال کی نمازوں کا فدیہ تقریباً ۹۶ مَن گندم بنے گی، ۲۰ سال کا فدیہ دو ہزار من گندم کے قریب بنے گا۔ ۲۵، ۳۰ سال کا اس سے بھی زیادہ۔

اسی طرح روزوں کا فدیہ فی روزہ پونے دو کلو گندم ہوگی، ۲۰ سال کے روزوں کا فدیہ یعنی ۲۰ مہینوں کا فدیہ ۲۶.۲۵ من اور فی مہینہ ۱.۳۱۲۵ من، یعنی ساڑھے باون کلو بنے گا۔

پھر زکاۃ کی ادائیگی بھی سالوں کے حساب سے اس کے مال سے ادا کی جائے۔ اگر اس نے مال نہیں چھوڑا یا وصیت نہیں کی تو ورثاء بطور تبرع اپنی طرف سے ادائیگی کریں، بصورت دیگر ان پر لازمی نہیں۔ یا ورثاء کی اتنی حیثیت نہیں کہ وہ لاکھوں روپے کا فدیہ یا اس کی قیمت ادا کرسکیں تو اس کے لیے بھی فقہائے حنفیہ نے اسقاط یا دَور کا ایک حیلہ بتایا ہے، اسے اختیار کیا جائے۔ اس کی تفصیل ان شاء اللہ ہم آگے بیان کریں گے۔ یہاں ہم فی الحال زندگی میں قضا یا فدیے کے سلسلے میں چند گزارشات پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد اس دوسری صورت پر گفتگو ہوگی جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔

سیرت وسوانح

قسط نمبر ②

مولانا سلطان محمود محدث افغانی رحمہ اللہ

علم وعرفان اور حق وصداقت کا استعارہ

حافظ ریاض احمد عاقب اثری، ملتان

تحریک مجاہدین اور مولانا سلطان محمود محدث افغانی:

جب ہم تاریخ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں اسلام کا تابناک ماضی مثل آفتاب نظر آتا ہے۔ پیغمبر امن وسلامتی جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اپنے جانباز، بہادر اور نڈر اصحاب کی معیت میں جزیرۂ عرب کی کایا پلٹ دی اور ایک عالمگیر انقلاب بپا کردیا۔ محمد عربی ﷺ اور آپ ﷺ کے پاک باز ساتھیوں نے دین اسلام کی سربلندی کی خاطر اپنا تن من دھن سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کردیا۔

اس قدسی جماعت نے جس علاقے کا رخ کیا وہ فتح ہوتا چلا گیا۔ مشرق سے لے کر مغرب تک کلمۂ توحید کی صدا گونجنے لگی۔ کفروشرک کے مہیب اندھیرے چھٹنے لگے اور اطرافِ عالم میں توحید وایمان کا سراج وہاج ضیا پاشی کرنے لگا

جب تک مسلمان ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر چلتے رہے اور ان کا عظیم مشن جاری رکھا، اس وقت تک ان کا روئے زمین پر سکہ چلتا رہا۔ جب انھوں نے قرآن وحدیث کی تعلیمات اور جہادی عمل کو طاقِ نسیاں کردیا تو ربّ ارض وسما نے ان پر ذلت ومسکنت مسلط کردی

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

جب یہی کیفیت برصغیر میں رونما ہوئی تو ہر طرف طوائف الملوکی کے بھیانک اندھیرے چھانے لگے۔ انتشار وخلفشار اپنی آخری سرحدوں کو عبور کرنے لگا۔ بدمعاشی، فحاشی، عیاری وبدکاری اور غنڈہ گردی اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔ مغلیہ خاندان کے آخری حکمران طاؤس ورباب شباب وکباب میں لت پت ہوگئے۔

مسلمانوں میں ضعیف الاعتقادی، توہم پرستی، عملی بے مائیگی اور شرک وبدعات دیمک کی طرح چمٹ گئی۔ اور جب مسلمانانِ ہند جہاد ایسے زرّیں اصول کو فراموش کر بیٹھے تو ان دِگرگوں اور دِل فگار حالات کا فائدہ اٹھا کر انگریز شاطر تاجرانہ بھیس بدل کر ہندوستان گھس آیا۔ ظالم استعمار نے عہد شاہ جہان میں اپنی شاطرانہ چالوں، سازشوں اور شرارتوں کا جال بچھانا شروع کردیا۔ اِدھر مغلیہ حکومت کے خلاف مرہٹوں اور سکھوں نے بغاوت وسرکشی برپا کر کے داخلی انتشار پیدا کردیا۔ فرنگی شاطر نے اپنے بدنام زمانہ اصول ''پھوٹ ڈالو اور حکومت کرو'' کے تحت مسلمانوں اور ہندوؤں کو باہم دست وگریبان کردیا۔ آہستہ آہستہ ان فرنگی عیاروں نے مشرقی ہند کے علاقوں پر قابض ہونے کی کوشش شروع کردی۔

نواب سراج الدولہ نے ان فرنگی چالوں کو بھانپ کر ان کے سد باب کے لیے کچھ تدابیر پر عمل درآمد شروع کیا لیکن میر جعفر ایسے غدار اور ضمیر فروش فرنگی گماشتے کی وجہ سے ۱۷۵۷ء میں پداسی کے مقام پر نواب سراج الدولہ کو سخت ہزیمت اٹھانا پڑی، اس طرح مشرقی ہند پر انگریز کا مکمل قبضہ ہوگیا۔

مشرقی ہند پر قابض ہونے کے بعد اس بدمعاش نے جنوبی ہند کی طرف پیش قدمی شروع کی۔ جنوبی ہند کے حاکم ٹیپو سلطان نے افرنگی چالوں کے ناپاک عزائم محسوس کر کے اس سے بچاؤ کی تدابیر بروئے کار لانے کی سعی شروع کی لیکن ۱۷۹۹ء میں میر صادق ایسے بے وفا

اور ملت فروش کی وجہ سے ٹیپو سلطان اور اس کے جانباز سپاہی جام شہادت نوش کر گئے ؎

جعفر از بنگال صادق از دکن
ننگ آدم، ننگ دین، ننگ وطن

مشرقی اور مغربی ہند پر قابض ہونے کے بعد انگریز عیار نے سلطنت اودھ پر یورش کر کے قبضہ کرلیا۔ تاجر کے بھیس میں آنے والا شاطر وچالاک اپنی شاطرانہ چالوں، عیاریوں اور بدمعاشیوں کی وجہ سے ایک سو سال میں پورے ہندوستان پر قابض ہوگیا ؎

طوفان کی دشمنی سے نہ بچتے تو خیر تھی
ساحل سے دوستی کے بھرم نے ڈبو دیا ہم کو

یہ سارے دہشت انگیز حالات مسلمانوں کی غفلت شعاری کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ مغلیہ حکمرانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہوچکی تھی۔ محمد شاہ رنگیلا ایسا رنگین مزاج حاکم ''ہنوز دلّی دور است'' کے راگ الاپتا رہا۔ اس بے غیرت اور بے حس نے اپنی فحاشی وعیاشی کی بدولت مغلیہ سلطنت کی لٹیا ڈبو دی ؎

دل کے پھپھولے جل اٹھے اس دل کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی اس گھر کے چراغ سے

اس وقت کے مسلمانوں کی حالت کی تصویر کشی کرتے ہوئے ڈاکٹر قیام الدین رقمطراز ہیں:

''حضرت امام محمد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کی ولادت سے قبل ہی ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کا چراغ قریباً گل ہو چکا تھا۔

سلطنت مغلیہ کے کھنڈرات پر جن مسلمان حکمرانوں نے اپنی حکومتوں کی بنیادیں استوار کی تھیں وہ بھی موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا تھیں۔ سیاسی انحطاط کے علاوہ دینی، اخلاقی، سماجی اور تمدنی ہر اعتبار سے ہی مسلمان زوال پذیر تھے۔ اُمراء ورؤسا صرف شاہد وشراب کے ہو کر رہ گئے تھے۔ محمد شاہ رنگیلا کے عہد میں تو نوبت بایں جا رسید کہ اس کے دربار میں تین تین سو طوائف برہنہ رقص کرتیں جب وہ تھک کر چور ہوجاتیں تو ان کی جگہ تین سو تازہ دم آجاتیں۔ العیاذ باللہ

ان کے علاوہ حرم شاہی میں سینکڑوں کی تعداد میں عورتیں تھیں جو بادشاہ کی بیگمات کہلاتیں۔ وہ حدود وقیود سے بالکل آزاد تھا اور اسی طرح دربار میں شراب کا دور جاری رہتا۔ دیگر امراء ورؤساء کی کیفیت بھی ایسی ہی تھی، ہر ایک رئیس کے محل میں شراب کی بھٹیاں موجود تھیں۔

عوام کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے تو اپنے دور کے متعلق فرمایا تھا کہ اگر کوئی مشرکین عرب کے عقائد، ان کے اعمال اور ان کے حالات کی پوری پوری تصویر سے واقف ہونا چاہتا ہے تو وہ اس زمانے کے عوام اور جہلاء کو دیکھ لے (کما فی الفوز الکبیر) تو اس اندازہ لگایئے کہ حضرت امام صاحب رحمہ اللہ کے زمانے کے لوگوں کی کیا کیفیت ہوگی؟

غرض یہ کہ اس دور میں وہ تمام معاشرتی زوال وتخریبات رونما ہوئیں جو اس حالت کا لازمہ ہوتے ہیں۔ تمام اخلاقی اقدار پاؤں تلے کچل دیے گئے۔ ذاتی عیش وعشرت اور مقامی اعزاز کی خاطر عظیم قومی مصالح ٹھکرا دیے جاتے۔ مستقبل تاریک اور برے شگونوں میں آلودہ نظر آتا تھا اور اس لیے ہر شخص اس فکر میں رہتا تھا کہ جہاں تک اس کے بس میں ہو وقت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا لے۔ ایک اوسط درجہ کے شریف آدمی کی زندگی کے لیے تعیش، مے نوشی اور رقص وسرود کی محفلیں لازمی جزو بن گئی تھیں اور ان سے ادنی تر طبقوں میں بھی ان سے نسبتاً پست تر پیمانے پر ان کی تقلید کی جاتی تھی۔

اس زمانے کی ادبیات بھی، جن کی کثیر مثالیں ہمارے سامنے ہیں، کاہلی اور عیاشی کے مروّجہ عواطف ومیلانات مہیا

کرتی تھیں۔ ہاں، یہ بائیں انگریز تصویر ذرا مدہم پڑ جاتی تھی تو اس حقیقت سے کہ اگلے زمانے کے کچھ لطیف جذبات جیسے جرأت ودلیری، وفا شعاری اور شعورِ عزت وآبرو اب بھی لوگوں میں موجود تھے۔ اگرچہ ان کی نشوونما غلط طریقوں پر ہوتی تھی۔ چنانچہ دلیری معمولی معمولی جھگڑوں اور خانہ جنگیوں پر، وفاداری چھوٹے چھوٹے معاملوں پر، استقلال واستقامت فرسودہ اور تباہ کن رسم ورواج سے چمٹے رہنے پر، سیر چشمی اسراف پر اور علم ودانش قدیم ذخیروں میں جدید معلومات کا اضافہ کرنے کی بجائے پرانے پرانے فتنوں کی طویل الذیل شروحات لکھنے پر صرف کی جاتی تھیں۔'' (ہندوستان میں وہابی تحریک،ص:۲۹)

ان پر آشوب اور پرفتن حالات کو دیکھ کر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے فرزند ارجمند شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ہندوستان کو دار الحرب قرار دے کر مسلمانانِ ہند کو جہاد کی طرف توجہ دلائی۔

(فتاویٰ عزیزیہ:۱/۱۷)

شاہ صاحب کا یہ فتویٰ تحریک مجاہدین کی بنیاد بنا۔ ہوا یوں کہ ۷/شوال ۱۲۳۹ھ بمطابق ۱۸۲۴ء کو مولانا عبدالعزیز دہلوی اس جہان فانی سے رخصت ہوگئے۔ ان کی وفات کے بعد امیر المجاہدین سیّد احمد شہید اور قدوۃ المجاہدین سیّد محمد اسماعیل شاہ شہید رحمہ اللہ نے جہاد کی تیاری کے لیے ہندستان کے اطراف واکناف کے طوفانی دورے کیے اور مجاہدین کی ایک جماعت منظّم کرلی۔ حضرت الامام سیّد اسماعیل شاہ شہید رحمہ اللہ کی دعوتِ خلوص اور مساعی حسنہ کا نتیجہ تھا کہ آپ نے خوابِ غفلت میں سوئی ہوئی قوم کو جگایا۔ انھیں اہمیت جہاد، عظمت جہاد اور فضیلت جہاد کا درس دیا۔ ان کے تن مردہ میں جہاد فی سبیل اللہ کی روح پھونکی۔ شاہ شہید رحمہ اللہ کی پرخلوص دعوت وتبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ صرف پونے دو سال کے قلیل عرصے میں غازیانِ صف شکن اور مجاہدین کفن بردوش کی ایک منظّم اور مدرب جماعت تیار ہوگئی جو ہر وقت راہِ جہاد میں قربانی دینے کے لیے پیش پیش تھی۔ سیّد احمد شہید رحمہ اللہ اور شاہ اسماعیل شہید نے غور وفکر کے بعد صوبہ سرحد کو اپنا مرکز منتخب کر کے وہاں سے جہاد کا آغاز کیا۔

۷/ جمادی الثانی ۱۲۴۱ھ بمطابق ۱۷/جنوری ۱۸۲۵ء کو سیدین شہیدین رحمہما اللہ اپنے دیگر رفقاء کے ساتھ رائے بریلی سے صوبہ سرحد کی طرف رواں دواں ہوئے۔ جماعت مجاہدین نے سیّدین کی قیادت میں سکھوں سے آٹھ جنگیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے انھیں ان غزوات میں فتح یابی سے نوازا۔

۵/ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۱۷/اپریل ۱۸۳۱ء کو یہ قافلہ حق بالا کوٹ کی وادیِ گلستان میں اترا۔ اس مقام پر اپنوں کی غداری، ضمیر فروشی اور خود غرضی کی بدولت سکھوں نے اس جماعت حقہ پر اچانک حملہ کردیا۔ اس واقعہ فاجعہ میں سیّدین اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ ۲۴/ ذوالقعدہ ۱۲۴۶ھ بمطابق ۶/مئی ۱۸۳۱ء بروز جمعۃ المبارک کو جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

ہزارہ کے چند نام نہاد مسلمانوں نے کھوٹے سکوں کی خاطر اس مقدس اور عظیم جماعت پر حملہ کروا کے ضمیر فروشی اور سنگ دلی کا مظاہرہ کیا۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد

سیّدین کریمین اور دیگر رفقاء کی شہادت کے بعد باقی ماندہ مجاہدین بہت دل گرفتہ اور پریشان ہوئے کیونکہ پوری قیادت شہادت سے سرفراز ہوچکی تھی، چنانچہ مولانا عنایت علی عظیم آبادی اور ان کے برادر عزیز مولانا ولایت علی عظیم آبادی فوراً صوبہ بہار سے بالا کوٹ پہنچے۔ انھوں نے آکر مجاہدین کی دلجوئی کی اور ان کا حوصلہ بلند کیا۔ ان حضرات نے جماعت مجاہدین کے مشن کو از سرنو منظّم ومرتب کیا اور قافلۂ حق کو منزل کی طرف رواں دواں رکھا۔

سیّدین شہیدین رحمہما اللہ کے احوال زندگی اور جماعت مجاہدین کی تنظیم واثرات سے بحث کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے ورنہ یہ حکایت درازتر ہوجاتی۔

جماعت مجاہدین کی داستانِ حق اختصار کے ساتھ یہاں رقم کرنے کا مقصد یہ تھا کہ اس تحریک میں بہت سارے جانثاروں نے حصہ لیا۔ ان میں مولانا سلطان محمود محدث ملتانی رحمہ اللہ کے برادر اکبر مولانا عبداللطیف خان رحمہ اللہ بھی قابل ذکر ہیں جو سیّدین شہیدین کے ہمراہ بالاکوٹ کی گل پوش وادی میں شہادت سے سرفراز ہوئے۔ آج بھی بالاکوٹ کی لالہ زار وادی سے اس قافلہ حق ووفا کی صدائے حق گونجتی ہوئی صاف سنائی دے رہی ہے۔

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ بھی جماعت مجاہدین سے مانوس ہوچکے تھے۔ سیّد اسماعیل شہید رحمہ اللہ کے تربیت یافتہ مجاہدین جب دریائے سندھ کے آس پاس سے گزرے تو انھوں نے قبر کے مجاوروں اور سجادہ نشینوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر اُبھارا اور انھیں توحید خالص کی طرف دعوت دی۔ اسی دوران ہمارے ممدوح مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ کو بھی ان غازیانِ صف شکن کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا جو اس سے پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتب کا مطالعہ کرکے عامل بالحدیث ہوچکے تھے۔ جب محدث ملتانی رحمہ اللہ کو جماعت مجاہدین کی صحبت میسر آئی تو وہ ان کی دعوتِ فکر سے بہت متأثر ہوئے۔ سیّدین شہیدین کی تربیت یافتہ جماعت مجاہدین کی ہم نشینی کا یہ اثر ہوا کہ جذبہ اشاعت توحید وسنت سے سرشار ہوکر اس صالح وفاضل نوجوان نے توحید وسنت کی نشر واشاعت اور شرک وبدعات کی تردید کو اپنا مقصد حیات بنا لیا۔ اس راہِ حق میں انھیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مجاہدین سے وابستگی کی وجہ سے فرنگی حکومت کی نظر میں آ گئے، اس لیے انھوں نے اپنے نام ''محمود'' سے پہلے لفظ سلطان کا اضافہ کرلیا اور سلطان محمود کے نام سے معروف ہوئے۔

مولانا موصوف اپنے خاندان کے حالات اور رسوم ورواج دیکھتے تو بہت پریشان ومغموم ہوتے تھے۔ موصوف اپنے عزیز واقارب کو قرآن وحدیث کی دعوت دیتے رہے لیکن ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ دریں اثنا مولانا گرامی نے گوشہ نشینی اختیار کرلی، جب خلوت نشینی میں بھی امن وسکون میسر نہ آیا تو انھوں نے اس علاقے سے ہجرت کرنے کا ارادہ فرما لیا، چنانچہ یہ داعی حق وصداقت اس علاقے (ڈیرہ اسماعیل خان) کو چھوڑ کر تن تنہا ملتان کی طرف ہجرت کرگیا۔

ملتان میں تشریف آوری:

مولانا سلطان محمود رحمہ اللہ نے عزم واستقلال کا پہاڑ بن کر ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد) سے ملتان کا سفر پاپیادہ شروع کر دیا۔ مولانا نے معروف شاہراہ سے ہٹ کر جنگلوں اور صحراؤں کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن وسنت کا یہ داعی لمبی مسافت طے کرنے کے بعد ۱۸۵۰ء کے لگ بھگ ملتان شہر پہنچ گیا۔

مولانا عبید اللہ ملتانی آپ کی آمد کے بارے یوں خامہ فرسائی کرتے ہیں:

> ''تیرھویں صدی ہجری کا آخری ربع تھا کہ حضرت مولانا محمود المعروف مولانا سلطان محمود محدث رحمہ اللہ دین کے لیے مہاجرت اختیار کرکے ڈیرہ اسماعیل خان (سرحد) سے ملتان پہنچے۔
>
> اہل حق وثبات کے احوال ہمیشہ ایک سے رہے ہیں۔ مولانا محترم اپنے خاندان کے حالات ورسومات دیکھتے تو بے قرار رہتے۔ ہر طرف دنیا سازی کا غلبہ تھا، گوشہ نشینی میں جب امن میسر نہ آیا تو ترکِ وطن اولیٰ سمجھا۔ سب کو چھوڑ کر پیادہ پا ملتان کے لیے روانہ ہوئے۔
>
> ایک میانہ قد، سرخ رنگ اور وجیہ صورت جوان ملتان میں وارد ہوا۔ محض اجنبی کوئی رفیق نہ مونس، غربت وپردیس کی مصیبتیں اٹھا کر یہاں پہنچا ہے۔''

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

سوئے منزل

مصنف: مولانا عبدالخالق مدنی

ناشر: مرکز الفلاح الخیری

ملنے کے پتے: (۱) مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔
(۲) مکتبہ حسین محمد، مسجد علی المرتضیٰ اہل حدیث، نور روڈ، صدیقیہ کالونی، بادامی باغ، لاہور۔
(۳) ادارہ علوم اثریہ، منٹگمری بازار، فیصل آباد۔

ضخامت: ۲۲۴ صفحات۔ خوبصورت سرورق، بہترین کاغذ، عمدہ طباعت

قیمت: درج نہیں

تبصرہ نگار: محمد اسحاق بھٹی

مولانا عبدالخالق مدنی ذی مرتبت عالم دین ہیں۔ مدینہ یونیورسٹی کے فارغ التحصیل ہیں۔ کئی سال سے کویت میں فروکش ہیں اور وہاں درس وخطابت کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ جہاں وہ بہت اچھے خطیب ہیں، وہاں ان کا تحریری ذوق بھی بڑا نتھرا ہوا ہے۔ نہایت صفائی سے قلم کو حرکت دیتے ہیں اور ہر بات باحوالہ لکھتے ہیں۔ عام مطالعہ ماشاء اللہ بہت وسیع ہے اور کتب حدیث پر بالخصوص گہری نظر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے جس سے انھیں نوازا گیا ہے۔

اب تک ان کے ''مقدمات'' کی شہرت تھی۔ ہمارے دوست ڈاکٹر محمد اسحاق زاہد کی ''زاد الخطیب''، جو دو جلدوں پر مشتمل ہے، نہایت عالمانہ خطبات کا ضخیم مجموعہ ہے۔ خطیبوں اور مقرروں کے لیے یہ ایک بہترین تحفہ ہے جو لائق مصنف نے ان کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ مولانا عبدالخالق مدنی نے اس پر مقدمہ تحریر فرمایا ہے جو بے حد اہمیت کا حامل ہے اور ایک مستقل کتاب کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی طرح انھوں نے میری متعدد کتابوں پر مقدمے لکھے، جن میں ''دبستانِ حدیث'' اور ''گلستانِ حدیث'' بھی شامل ہیں۔ دبستانِ حدیث پر ''حدیث اور اہل حدیث'' کے عنوان سے اور گلستان حدیث پر ''حفاظت حدیث مصطفیٰ ﷺ'' کے عنوان سے مقدمے رقم فرمائے۔ یوں تو دونوں مقدمے علمی نوعیت کے ہیں لیکن گلستانِ حدیث کا مقدمہ بہ درجہ غایت فاضلانہ مقدمہ ہے جسے ان کا قلمی شاہکار کہنا چاہیے۔ اللہ ہی انھیں اس کی جزا دینے والا ہے۔

اس فاضل مقدمہ نگار کی کتابی صورت میں کاوش پہلی مرتبہ سامنے آئی ہے جو اپنے موضوع کی بہترین کاوش ہے، اور سچی بات یہ ہے کہ اس فقیر جیسا قسی القلب بھی اس سے انتہائی متاثر ہوا ہے۔ ایک تو موضوع ایسا ہے، دوسرا مصنف کا اسلوبِ تحریر اتنا پُر تاثیر ہے کہ قاری اس کی گرفت میں آجاتا ہے۔ انھوں نے اخلاص میں ڈوب کر اور موضوع کی تہ میں اتر کر کتاب لکھی ہے۔ اس کی شان تصنیف بڑی دردانگیز ہے جو یہ ہے: مولانا عبدالقادر ندوی کے صاحب زادے حاجی زبیر احمد ۲۵/ مارچ ۲۰۰۵ء کو کار کے حادثے میں وفات پا گئے۔ وہ مولانا عبدالخالق مدنی کے دوست تھے۔ مدنی صاحب نے ٹیلی فون پر مولانا عبدالقادر ندوی سے اظہارِ افسوس کیا لیکن پھر خیال ہوا کہ اس حادثے پر انھیں مفصل خط لکھنا چاہیے۔ خط لکھنا شروع کیا تو چند باتیں لکھنے کے بعد اس قدر مغموم ہوئے کہ خط مکمل نہ کر سکے۔ بعد ازاں ۸/ مارچ ۲۰۱۱ء کو مولانا عبدالقادر ندوی بھی راہگرائے ملک بقا ہوگئے جو مصنف پر انتہائی شفقت کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ اب انھیں باپ بیٹا دونوں کا صدمہ لاحق تھا۔ اس صدمے کے دوران انھوں نے اپنے پہلے تحریر کردہ کاغذات مرتب کرنا شروع کیے تو وہ

ایک کتاب کی صورت اختیار کر گئے اور یہ کتاب ''سوئے منزل'' کے نام سے چھپ کر ہمارے سامنے آ گئی۔ اس طرح یہ کتاب دراصل مولانا عبدالقادر ندوی اور ان کے فرزند گرامی حاجی زبیر احمد کی وفات پر اظہار تعزیت کی حیثیت رکھتی ہے۔ لیکن اس میں انھوں نے انسانی زندگی کا پورا نقشہ کھینچ دیا ہے۔ موت ہر انسان کے تعاقب میں رہتی ہے اور وہ کسی وقت سب معاملاتِ دنیوی کو چھوڑ کر قبر کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ اس کی پوری تفصیل ۲۲۴ صفحات کی اس کتاب میں نقش ہے۔ ہر بات قرآن وحدیث کے حوالے سے بیان کی گئی ہے۔ جا بجا اردو، فارسی اور عربی کے اشعار درج کیے گئے ہیں جو موت اور قبر و قیامت اور یاد الٰہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجموعی طور پر کتاب میں ۶۷ مسائل بیان کیے گے ہیں جو موت، جنازہ، کفن، قبر، تدفین سے متعلق ہیں۔

مختلف اوقات کی دعائیں، مناجات، وظائف وغیرہ سب قرآن وحدیث اور بزرگانِ دین کے حوالے سے مندرج ہیں۔

''سوئے منزل'' کا مطلب انسان کا قبر اور موت کی طرف سفر ہے اور وہ واقعی لحہ بہ لحہ موت کی طرف بڑھ رہا ہے۔ اس کا ہر سانس اسے موت کے قریب کر رہا ہے اور موت کے بعد اس کا ٹھکانا قبر ہے، جسے عالم برزخ کہا جاتا ہے۔

کتاب کے چند عنوانات یہ ہیں:

حضرات! جنازہ تیار ہے۔ سوئے مرقد۔ نماز جنازہ کی امامت۔ قبر کھودی جا رہی ہے۔ عالم برزخ۔ عذابِ قبر سے نجات دلانے والے اعمال۔ رات کو سونے سے قبل سورۂ ملک کی تلاوت کرنا۔ عذابِ قبر سے نجات کے لیے دعا۔ میت کے لواحقین کے لیے کھانے کا اہتمام۔ غیر مسلم کی موت پر تعزیت کرنا۔ میت کے ذاتی اعمال۔ دوسروں کے اعمال سے میت کو فائدہ۔ میت کے لیے دعا کی چند صورتیں۔ جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھنے کی فضیلت۔ مناجات۔ موعظہ۔ اہمیت دعا۔

مصنف شہیر ''حرفِ آغاز'' میں کتاب کے بارے میں لکھتے ہیں:

''میں نے اس مختصر رسالے کو ''سوئے منزل'' کے نام سے موسوم کیا ہے کیونکہ اس میں ساعت احتضار سے لے کر منازل آخرت کی پہلی گھاٹی (قبر) تک سے متعلقہ چند امور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ راقم نے ان سطور کے ذریعے اہل ایمان کے دلوں میں قرآنِ کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں فکر آخرت کی جوت جگانے کی سعی کی ہے۔ اگر میں اپنے مافی الضمیر کے اظہار میں کامیاب رہا ہوں تو یہ محض اللہ تعالیٰ کا کرم ہے اور اگر اس موضوع کی توضیح وتفہیم سے قاصر رہا ہوں تو یہ میری علمی بے بضاعتی اور کم مائیگی ہے۔''

یقیناً مصنف نامدار متعلقہ موضوع کی وضاحت میں کامیاب رہے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں خوش رکھے۔ انھوں نے ایک نہایت ضروری موضوع پر قرآن وحدیث کی روشنی میں اتنا مواد فراہم کر دیا۔ قابل احترام خواتین سمیت سب کو اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے اور اس کے مندرجات کو ہر وقت ذہن میں رکھنا چاہیے۔ نہیں معلوم موت کا فرشتہ کس وقت دستک دے اور زندگی کا خاتمہ ہو جائے۔ اگر نیک اعمال کا اثاثہ ساتھ نہ ہوا تو حسرت وافسوس کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

سوہدرہ تاریخ کے آئینے میں

مؤلفین: **عبدالعزیز فاروق، حکیم راحت نسیم سوہدروی**

ضخامت: **۴۴۰ صفحات**

قیمت: **۴۰۰ روپے**

ملنے کا پتا: **حارث نسیم، البدر کمپلیکس سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ**

تبصرہ نگار: **محمد سلیم چنیوٹی**

اقوام وملل کی تاریخ سے وابستگی زندہ قوموں کا شیوہ ہے۔ تاریخ ایک ایسی شئے ہے جسے کبھی فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ ماضی، حال اور مستقبل کے منصوبے، گزشتہ جو گزر گیا، موجودہ جو ہو رہا ہے اور آئندہ جو ہونے والا ہے۔ اس کی قدر ومنزلت بارے ہر ذی فہم کو شعور وآگہی ہونی چاہیے۔

زیر تبصرہ کتاب میں تاریخی وتحقیقی مواد سمو دیا گیا ہے۔ سوہدرہ ضلع

گوجرانوالہ کا ایک معروف قصبہ ہے۔ یہ مردم خیز خطہ ایک شاندار ماضی رکھتا ہے۔ اس کی زرخیز مٹی نے گوناگوں خوبیوں سے مزین شخصیات (تحریکی وتصنیفی، صحافتی وثقافتی، دینی وعلمی، سیاسی وسماجی) کو جنم دیا۔ ان کا شاندار تذکرہ اور تاریخ اس کتاب میں پڑھنے کو ملتا ہے۔

سوہدرہ کی مٹی میں علم وفن اور عظمت کے جو خزینے دفن ہیں ان کی تاریخ اور خوشبو سے آج کے لوگوں کو آگاہ کرنا بڑا کٹھن اور طویل جدوجہد کا متقاضی کام تھا جو بالآخر مؤلفین کتاب ہذا عبدالعزیز فاروق اور جناب حکیم راحت نسیم سوہدروی صاحبان کے جذبے وشوق اور محنت سے منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوگیا۔ انھوں نے سوہدرہ کی تاریخی نوعیت اور اس کی عظمتوں کو کتابی شکل دے دی ہے۔ مولانا عبدالمتین ندوی تاریخ کی اہمیت بارے یوں بیان فرماتے ہیں:

''جو لوگ تاریخ کو محض قصہ گوئی اور افسانوی حیثیت دیتے ہیں ان کو غور کرنا چاہیے کہ تاریخ نے جن قوموں اور بہادر ہستیوں کی داستانیں دنیا کے روبرو پیش کی ہیں وہ فرضی اور غلط قصے نہیں ہیں اور نہ صرف بے کار تفریح کا مشغلہ ہیں۔ ان ہی داستانوں کو دنیا کی بیشتر قسمت آزما قوموں نے پیش نظر رکھ کر صرف اپنی زندگیوں کو شاندار ہی نہیں بنایا بلکہ ترقی اور شائستگی کی صحیح داغ بیل قائم کردی ہے اور موجودہ اقوام کی تقدیر وکامیابی کی کھیتیاں انھی کے خون سے سیراب ہوکر بارآور ہورہی ہیں۔'' (ص:۸)

زیر تبصرہ کتاب پندرہ حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ سوہدرہ کی تاریخ، وجہ تسمیہ، دورِ سکندر اعظم اور عہد مغلیہ، غزنوی عہد، خلجی وغوری، تغلق اور امیر تیمور کی آمدِ سوہدرہ کے واقعات، سکھ دور، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء۔ ۱۹۵۳ء اور مرزا قادیانی کے دعاوی کے ردّ میں اہل سوہدرہ کی خدمات، سوہدرہ کی سیاسی وتاریخی خدمات، جنگ ۱۹۶۵ء میں کردار وغیرہ موضوعات شامل ہیں۔ جناب عبدالعزیز فاروق نے اسے ترتیب دیا ہے۔

دوسرا حصہ ثقافتی ورثہ اور صنادید وآثارِ سوہدرہ پر مشتمل ہے جسے ڈاکٹر انجم رحمانی سے مرتب کروایا گیا ہے۔ ڈاکٹر انجم رحمانی لاہور عجائب گھر کے ڈائریکٹر رہے ہیں۔ اس کی وقیع لائبریری کے انچارج ونگران بھی رہے اور کتابوں کی نمائش وغیرہ بھی کئی مرتبہ کروا چکے ہیں۔ انھوں نے بڑا معلوماتی اور جان دار مضمون اس کتاب کے لیے تحریر فرمایا ہے یہ مضمون بھی پڑھنے کے لائق ہے۔ اسی طرح تحریک آزادی ۱۸۵۷ء اور آزادیٔ پاکستان کے لیے اہل سوہدرہ کے کردار پر مشتمل مضمون عبدالعزیز فاروق نے ترتیب دیا ہے۔

اسی طرح فارسی وعربی واہل قلم کے حوالے سے سبط الحسن ضیغم نے بہترین تحریر پیش کی ہے۔ عبداللہ نعتی پر حکیم راحت نسیم سوہدروی صاحب نے، ابوالفخر محمد شاہ دین سوہدروی پر ڈاکٹر انجم رحمانی نے اور محمد افضل یگانہ سوہدروی پر نصرت علی تاثیر نے مضامین لکھے ہیں۔ اسی طرح سوہدرہ کے بطن سے بڑے بڑے ادیبوں، خطیبوں، شاعروں، طبیبوں، مقرروں، سیاست دانوں اور تاریخ نویسوں نے جنم لیا۔ اس کا دلنشین تذکرہ شامل کتاب کیا گیا ہے۔

سوہدرہ کے رجالِ عظیم میں بڑے بڑے نام شامل ہیں۔ ان میں علماء بھی ہیں، شعراء بھی ہیں اور علم وادب کے گہوارے بھی شامل ہیں۔ مولانا غلام نبی ربانی، ہدایت اللہ افغانی، سیّد ضیاء الدین احمد، حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی، حکیم عبدالمجید وزیرآبادی، حکیم راحت نسیم سوہدروی، ملک عبدالرشید عراقی، مولانا عبدالحمید سوہدروی، مولانا عبداللہ سوہدروی، مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی، حکیم ادریس فاروقی وغیرہم ماضی وحال کی شخصیات ہیں۔ صحافت کے میدان کے شاہسوار، میدان جہاد کے غازی وشہداء، سوہدرہ کی مساجد اور دینی مدرسے، سوہدرہ کی اہل علم شخصیات کا تذکرہ، اس کے علاوہ سوہدرہ کی برادریاں، ذاتیں اور گوتیں بھی اس کتاب میں تاریخ کے صفحات کھنگال کر زینت قرطاس کردی گئی ہیں۔

کتاب بڑی معلوماتی، دلچسپ اور تاریخی نوعیت کی ہے۔ اسے ہر صاحب ذوق کے لیے پڑھنا اور لائبریریوں کی زینت بنانا چاہیے۔ کتاب کمپیوٹر کمپوزنگ اور مجلد ہے۔

فهرست اردو کتب

محمد عطاء اللہ حنیف لائبریری

دارالدعوۃ السّلفیہ، لاہور

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید
(۴۲ت تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۰۔ شیخ محمد اشرف، کشمیری بازار، لاہور۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید
(۴۲ت تقویۃ الایمان، ص: ۱۴۹۔ جمعیت دعوت وتبلیغ اسلام، لاہور۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید
(۴۲ت تقویۃ الایمان، ص: ۱۰۷۔ الدار السّلفیہ، محمد علی بلڈنگ، بمبئی۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید
(۴۲ت تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۰۔ اہل حدیث اکادمی، کشمیری بازار، لاہور۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ احمد رضا خان بریلوی
(۲۸۱ح حرمت سجدہ وتعظیم، ص: ۱۱۲۔ نوری بک ڈپو، لاہور۔

۴۱۱ء۲۹۷ تقی الدین احمد ابن تیمیہ
(۱۲۳ج الجواب الباہر فی زوار المقابر، ص: ۲۰۵۔ جمعیۃ اہل حدیث، جموں وکشمیر۔

۴۱۱ء۲۹۷ ابوخالد
(۶۶ق قرآنی درس وتوحید، ص: ۷۶۔ ادارہ تبلیغ جمعیۃ اہل حدیث، ضلع راجن پور، پاکستان۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید
(۴۲ت تقویۃ الایمان، ص: ۸۸۔ ادارہ الاشاعت محمدی مسجد، ہنس روڈ، کراچی۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید دہلوی
(۴۲ت تقویۃ الایمان (کامل، اردو) ص: ۳۴۸۔ ادارۃ البحوث الاسلامیہ، جامعہ سلفیہ، بنارس۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید
(۴۲ت تقویۃ الایمان، ص: ۱۳۹۔ المملکۃ العربیۃ السعودیۃ الرئاسۃ العامہ لشئون المسجد الحرام والمسجد النبوی۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید
(۴۲ت تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۸۔ حافظ عبدالستار اینڈ کو، میریٹ روڈ، کراچی۔

۴۱۱ء۲۹۷ الشیخ احمد بن حجر
(۵۲۷م مصباح توحید، ص: ۹۷۔ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ، حمد پورہ اوکاڑا، پاکستان۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید
(۴۲ت تقویۃ الایمان، ص: ۱۲۴۔ جماعت مجاہدین، گلشن اقبال، کراچی پاکستان۔

۴۱۱ء۲۹۷ شاہ اسماعیل شہید
(۴۲ت تقویۃ الایمان، ص: ۱۰۰۔ المکتبۃ السّلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور۔

۴۱۱ء۲۹۷ علامہ احمد بن حجر آل بوطامی سلفی
ب ۶۵ ۷ت التوحید، ص: ۱۲۲۔ ادارہ تبلیغ جماعت اہل حدیث، جام پور، ضلع راجن پور۔

۴۱۱ء۲۹۷ بشیر احمد لودھی
ب ۵۷(اللہ اور ہم، ص: ۸۰۔ جامعہ اہل حدیث، فتح گڑھ، سیالکوٹ۔

۲۹۷ء۴۱۱ عبدالعزیز بن باز
ب۱۸۲غ غیر اللہ سے فریاد اور اسلام، ص: ۵۶۔ مرکز الدراسات الاسلامیہ، میاں چنوں، ملتان۔
۲۹۷ء۴۱۱ شیخ الاسلام محمد بن سلیمان التمیمی
ت۸۵۴ک کتاب التوحید (مترجم)، ص: ۲۲۶۔ جامع ابی بکر الاسلامیہ، کراچی۔
۲۹۷ء۴۱۱ امام محمد بن سلیمان التمیمی
ت۵۴ک کتاب التوحید (مترجم)، ص: ۲۳۱۔ کلیۃ البنات للدراسات الاسلامیہ، ڈیرہ غازی خان۔
۲۹۷ء۴۱۱ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب (مجموعہ ۱۱ کتب)
ث۲۷ش رسالہ شمع توحید، ص: ۶۶۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
۲۔ نور توحید۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، ص: ۵۶۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
۳۔ مسئلہ حجاز پر نظر۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۲۸۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
۴۔ اہل حدیث کا مذہب۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۸۴۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
۵۔ الہاماتِ مرزا۔ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۹۶۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
۶۔ مرزا قادیانی مثیل مسیح نہیں۔ مولوی حبیب اللہ کلرک، ص: ۱۶۔ بابو حبیب اللہ کلرک، دفتر نہر کٹڑہ، مہاں سنگھ، امرتسر۔
۷۔ حلیہ مسیح مع رسالہ ایک غلطی کا ازالہ۔ مولوی حبیب اللہ کلرک، ص: ۲۴۔ ناشر: بابو حبیب اللہ کلرک، دفتر نہر کٹڑہ، مہاں سنگھ، امرتسر۔
۸۔ تقلید شخصی اور سلفی۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۵۲۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
۹۔ خطاب بہ مودودی۔ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری، ص: ۴۴۔ دفتر اخبار اہل حدیث، امرتسر۔
۱۰۔ حیات مسیح علیہ السلام ردّ مرزا، مولانا ابوالحریز عبدالعزیز (مناظرِ ملتان)، ص: ۳۲۔ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔
۱۱۔ کیل الموفی (لمن یکتال علیہ) معنی التوفی۔ عنایت اثری وزیر آبادی، ص: ۸۔ ۷۔ ناظم انجمن اہل حدیث جامع مسجد اہل حدیث، گجرات (پنجاب)۔
۲۹۷ء۴۱۱ ابوالقاسم رانا محمد جمیل خان
ج۵۷ک کلمہ اسلام کی مختصر تفسیر، ص: ۲۴۴۔ مرکز النداء الاسلامی، مکتبہ اسلامیہ، لاہور۔
۲۹۷ء۴۱۱ ابوخالد
خ۱۹ق قرآن، درس توحید، ص: ۶۔ ۷۔ ادارہ تبلیغ جمعیت اہل حدیث، جام پور۔
۲۹۷ء۴۱۱ حدیث پبلی کیشنز
ح۳۳۴۷و الوضاحۃ، بالقرآن فی عقیدۃ التوحید والرسالۃ، ص: ۱۴۸۔ دارالکتابت، گوجرانوالہ۔
۲۹۷ء۴۱۱ مولانا خرم علی بلہوری
خ۵۱ن نصیحۃ المسلمین، ص: ۹۵۔ المکتبۃ السّلفیہ، لاہور۔
۲۹۷ء۴۱۱ امام حافظ شمس الدین ذھبی
ذ۲۹۲ک مختصر کتاب الکبائر، ص: ۵۶۔ مکتبہ محمدیہ، چیچہ وطنی، ساہیوال۔
۲۹۷ء۴۱۱ ابومحمد بدیع الدین شاہ الراشدی
ر۲۸ت توحید خالص، ص: ۶۲۴۔ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔
۲۹۷ء۴۱۱ مولانا محمد علی رضا قادری برکاتی
ر۶۷ت تقویۃ الایمان میں تحریف کیوں؟ ص: ۹۵۔ الدار السّلفیہ، بمبئی۔
۲۹۷ء۴۱۱ ابوالحسن عبدالمنان راسخ

ر۲۵۴ک کیا ہم اللہ کا ادب کرتے ہیں؟ ص: ۲۵۴۔ مکتبہ قدوسیہ، لاہور۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ عبدالعزیز رحمانی کرنولی
ر۵۱۴ت التوحید، ص:۳۲۔ دارالحدیث عزیزیہ، کرنول۔
۲۔ النصریٰ علی بیان البشریٰ۔ عبدالعزیز رحمانی کرنول، ص:۲۔ دارالحدیث عزیزیہ، کرنول۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ علامہ سلیمان بن سلمان نجدی
س۸۹ھ الہدیۃ السنیہ، ص: ۱۲۰۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ مولانا ممتاز احمد مالک
س۱۸ع عقائد باطنیہ کی تردید، ص: ۱۰۱۔ محمود الحسن سلفی، غفار منزل، ایکسٹینشن جامع نگر، نئی دہلی نمبر ۲۵۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ حافظ سراج
س۴۱د درسِ توحید، ص:۵۶۔ انجمن خدام الاسلام، کراچی۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ پروفیسر عبداللہ شاہین
ش۲۸۹ت توحید رسالت اور ولایت، ص:۲۳۹۔ نعمانی کتب خانہ، لاہور۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ ڈاکٹر شفیق الرحمٰن زیدی
ش۶۱ا اہل توحید کے لیے لمحہ فکریہ، ص: ۳۵۔ مکتبہ توحید، خانیوال۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ سیّد شفیق الرحمان
ش۶۱ت تجدید ایمان، ص:۶۱۔ مکتبہ التوحید، لاہور۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ شیخ محمد شفیع مکی
ش۵۸خ خالص توحید، ص:۷۰۔ فاروقی کتب خانہ، ملتان۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ محمد بن اسماعیل صنعانی
ص۹۱۴آ آئینہ توحید، ص: ۴۸۔ مرکز الدعوۃ الاسلامیہ، اوکاڑا، پاکستان۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ محمد صادق سیالکوٹی
ص۴۱ش شان ربّ العالمین، ص:۹۶۔ نعمانی کتب خانہ، لاہور۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ مولانا محمد صادق سیالکوٹی
ص۴۱ق قرآنی شمعیں، ص:۳۷۶۔ نعمانی کتب خانہ، لاہور۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ ابوعبداللہ محمد طاہر قریشی
ظ۱۱ا الإرشاد إلیٰ توحید ربّ العباد، ص: ۵۰۔ تنظیم اصلاح انسانیت، مکتبہ دعوت والارشاد، پشاور۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ ابوعبدالاحد عبدالرحیم مسلم دوست
ع۳۵ض ضیاء التوحید، ص: ۱۷۶۔ ادارہ احیاء الدعوۃ الاسلامیۃ، افغانستان۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ مولانا عبدالرحمٰن عزیز الہ آبادی
ع۱۷ح حقیقۃ الوسیلۃ، ص:۶۲۔ ادارہ امر بالمعروف ضلع قصور۔
۱۱۴۱ء۲۹۷ حافظ عبداللہ محدث روپڑی
ع۵۸ت توحید الرحمٰن بجواب استمداد از عباد الرحمٰن، ص: ۱۴۷۔ محدث روپڑی اکیڈمی۔



سیرت النبی ﷺ کانفرنس برائے خواتین

مدرسہ نبات الاسلام، امانت کالونی رحیم یار خان کی سالانہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس برائے خواتین ۱۱مارچ ۲۰۱۲ء، بمقام واینا میرج ہال ائرپورٹ روڈ رحیم یار خان بروز اتوار منعقد ہوگی۔ خواتین مبلغات کا خطاب ہوگا۔ نیز بچیوں کے داخلے شروع ہیں۔ اس مدرسہ میں ان کے لیے ہاسٹل، کھانا اور علاج معالجے کی سہولیات مفت دی جاتی ہیں۔ میٹرک، ایف۔ اے اور بی اے کی طالبات کو عربی واسلامیات کے کورس مفت کروائے جاتے ہیں۔ (ناظمہ مدرسہ ہذا)

سفر عمرہ پر روانگی

گزشتہ دنوں مولانا ابوالاحتشام امیر حمزہ طور ناظم ادارہ نصر الائمہ کھیالی بائی پاس گوجرانوالہ اور مولانا قاضی محمد رمضان صدیقی صاحب خطیب مسجد اہل حدیث محلّہ گڑھا منڈی بہاؤ الدین سعادتِ عمرہ کے لیے سعودی عرب روانہ ہوگئے۔ دعا ہے اللہ کریم ان کا یہ سفر سعادت قبول فرمائے۔ (محمد سلیم چنیوٹی)

جرم

اس چمن میں رنگ و بُو سے آشنائی جُرم ہے
ہمنوائی عیب ہے ، نغمہ سرائی جرم ہے
میکدے پر ہے بتانِ سیم و زَر کو اختیار
بزمِ ساقی تک غریبوں کی رسائی جرم ہے
کارواں گم کردہ منزل، راستے پُر پیچ و خم
رہروانِ خستہ پَا کی رہنمائی جرم ہے
میکدے کی چار دیواری سے تا حدِّ حرم
صوفی و ملا کا زعمِ پارسائی جرم ہے
اُس طرف فرماں روا ہیں کاسہ لیسانِ فرنگ
اِس طرف دار و رسن سے آشنائی جرم ہے
انقلاباتِ زمانہ کے مظالم دیکھیے!
آج کل اس ملک میں شعلہ نوائی جرم ہے
یہ ہے میرے بست سالہ تجربے کا ماحصل!
مفلسی ہر حال میں اِک انتہائی جرم ہے

(شورش کاشمیری)